طنز و مزاح

اندازِ بیاں اور ...

مجموعۂ قطعات

آسی شم پیرزادہ

انداز بیاں اور

مجموعۂ قطعات

(طنز و مزاح)

آثم پیرزادہ

نام کتاب -- انداز بیاں اور (طنز و مزاح)

مصنف و ناشر -- آثم پیرزادہ

تعداد -- پانچ سو 500

سن اشاعت -- 2013

پتا

انبیٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور (یوپی)

ترتیب و تزئین -- نصیر ناداں ۔ کانپور

کمپوزنگ -- حفیظ بن عزیز۔کانپور MOB.NO.9026862498

طباعت

قیمت -- دوسو روپئے =/Rs.200

کتاب ملنے کے پتے

1 - کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی۔٦۔فون نمبر 023276526

2 - انجمن نوائے حق (نصیر ناداں) 571 فیتھ فل گنج کانپور

3 - عارف علی بکسیلر لطیف مارکیٹ خیر آباد

4 - کمال جائسی اسمیتا کارنرز د بڑی مسجد میرا روڈ تھانے

انتساب

مرے تمام اساتذۂ فن کے نام۔

جن کے قدموں میں بیٹھ کے آج یہاں تک پہنچا

ماں کے نام۔

جن کی دعاؤں کا شامیانہ ہمیشہ ہر بلا سے محفوظ رکھتا ہے

والد کے نام۔

جن کی دعاؤں اور خلوص نے ہر قدم پر راہ نمائی کی

بھائیوں کے نام۔

جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر بھائی ہونے کا حق ادا کیا

بچوں کے نام۔

جن کی وجہ سے زندہ ہوں

آتشؔ پیرزادہ

قطعہ

جو کیف ہے اردو میں نہیں اور کسی میں
کہنے کو زبانیں ہیں سر بزم جہاں اور
بخشا ہے ظرافت کو نیا لہجہ و آہنگ
آثم کا حقیقت میں ہے انداز بیاں اور

از۔ نصیر ناداںؔ

پختہ کاری

ادب میں طنز و مزاح کا اپنا مقام ہے لیکن اس سنگلاخ وادی میں قدم رکھنا ہر شاعر و ادیب کا کام نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ جیسے باصلاحیت اور ذوق ادب کے مالک نے جب اس راہ میں قدم رکھنے کی کوشش کی طبیعت نے ساتھ نہیں دیا یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کا ظریفانہ کلام نہایت مختصر ہے۔

البتہ اکبر الہ آبادی کا سرمایہ سخن طنز و مزاح پر ہی مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی شخصیت کو نشانہ بنا کر لوگوں کو خود پر ہنسنے کا موقع دینا بڑے حوصلے کی بات ہے۔

تقریباً پچاس سال پہلے مجھے شوکت تھانوی مرحوم کو پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا ۔ ان کا ایک مضمون جس کا عنوان ''جی ہاں پٹے ہیں'' مجھے آج تک یاد ہے موصوف نے اس مضمون میں جگہ جگہ اپنی ہونے والی پٹائی کے واقعات کو اس انداز سے بیان کیا تھا کہ پڑھتے ہوئے بار بار بے اختیار ہنسی آتی تھی۔

ایک زمانے میں احمق پھپھوندوی کی غزلیں اخبارات میں آئیں تھیں ۔ ایک شعر اور ایک غزل کا مقطع کا مصرعہ میرے حافظے میں آج بھی محفوظ ہے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے ؎

بہت پٹتے ہم احمق آج اظہار محبت پر
مگر یہ خیریت گزری وہ اردو کم سمجھتے ہیں

اور یہ مقطع کا مصرعہ

مشاعروں میں اب احمق بلائے جاتے ہیں

آپ نے دیکھا مندرجہ بالا شعر اور مصرع میں محبوب کی اردو سے ناواقفیت اور عوام کی

بدذوقی پر کتنا خوبصورت طنز ہے۔

اسی کے ساتھ خوشی کا مقام ہے کہ تقریباً بیس سال سے سہارنپور اور دور دراز کے مشاعروں کو رونق بخشنے والے طنز و مزاح کے شاعر میرے عزیز آتمؔ پیرزادہ سلمہٗ کا قطعات پر مشتمل شعری مجموعہ ''انداز بیاں اور'' کے نام سے چھپنے جا رہا ہے۔ زیر نظر قطعات کے مجموعہ میں شاعر اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دے رہا ہے۔ لیکن یہ کسی کم علم آدمی کا انتخاب نہیں ہوسکتا جب کسی شاعر یا ادیب کا منشا خود پر ہنسنا ہو اور وہ اس مقصد میں کامیاب بھی ہو تو اسی کا نام پختہ کاری ہے۔ ورنہ ایسے ادیب بھی ہیں جن کی فکر نثر میں دوسروں کو منھ چڑھانے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور پڑھنے والے اس کی بیہودگی پر سر پکڑ کر رہ جاتے ہیں۔

رمضان شریف کا آخری عشرہ ہے میں موصوف کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں لکھ سکا جس کا افسوس ہے۔ آخری میں میری دعا ہے کہ یہ دوسرا شعری مجموعہ پہلے شعری مجموعے جلوہ قریب ہے سے زیادہ پذیرائی حاصل کرے۔ اور مصنف کے لیے اعزاز و افتخار کا باعث بنے۔ آمین

خیر اندیش

نشترؔ مظاہری

ادارہ پیام صبر و کلام

سہارنپور

آثم پیرزادہ

ایک تاثر

سنجیدگی کے ساتھ طنز ومزاح لکھنے والوں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ زبان کو بگاڑ کر مزاح پیدا کرنا آسان ہے لیکن سلیس اردو میں، ادب کا دامن ہاتھوں میں رکھ کر قارئین کو ہنسانا کمال فن کہلاتا ہے۔ ان دنوں طنزیہ و مزاحیہ شاعری کو چند نام نہاد مزاح نگاروں کے باعث اچھی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا ہے جبکہ مزاح میں لکھنا سنجیدہ شاعری سے مشکل امر ہے۔ بقول شخصے ''مزاح سنجیدگی سے جنم لیتا ہے'' نئی نسل میں شعر وادب سے لگاؤ تو کجا اردو زبان کو سمجھنے کا بھی فقدان ہے ایسے اندھیرے میں جب جناب آثم پیرزادہ کا کلام پڑھا جاتا ہے تو امید کی کرن ہی نہیں بلکہ ایک روشنی ادبی دنیا میں نظر آتی ہے۔ خصوصاً ایسے دور میں جب مزاحیہ شاعر اپنی اداکاری، پھکڑ پن اور ابتذال کے ساتھ سامعین کو ہنسانے کی کوشش کرتا ہے اور واہ واہ لوٹتا ہے ایک نوجوان اپنے معیاری کلام سے گدگداہٹ پیدا کرتا ہے، قہقہے ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں لیکن یہ گدگداہٹ قارئین یا سامعین کو عرصہ دراز تک یاد رہتی ہے۔ عموماً شعراء صرف محفلوں میں اپنی کامیابی کی خاطر بدکلامی پر اتر آتے ہیں پاکیزہ رشتوں کا خیال نہیں رکھتے۔ آثم نے قارئین کے لئے معیار کو نیچے گرنے نہیں دیا۔

جناب آثم پیرزادہ چونکہ سنجیدہ شاعر بھی ہیں اُن کے کلام میں مزاح موضوعات سے بنتا ہے۔ اُنھیں زبان و بیان پر عبور حاصل ہے لفظوں کو برتنے کا سلیقہ انھیں آتا ہے جو

اساتذہ کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنے کا صلہ ہے اُن کے موضوعات کا دائرہ وسیع ہے سیاسی، سماجی ناہمواریوں پر ان کی نظر رہتی ہے اور وہ اپنے قلم سے انھیں نشانہ بناتے ہیں ایک کارٹونسٹ کی طرح برائیوں کی نشاندہی کرتے ہیں بات میں بات پیدا کرنا انھیں آتا ہے۔ ان کا مطالعہ وسیع ہے اور اکتسابی صلاحیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ انھوں نے کئی شعراء کے عمدہ مصرعوں کی تضمین کی ہے۔ طنز و مزاح کے فروغ میں زندہ دلان حیدرآباد کا اہم رول رہا ہے حیدرآباد سے کئی طنز و مزاح نگار نے دنیائے ادب کے کونے کونے میں اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا ہے۔ ذہنی تحفظات اور گروپ بندی نے نئی نسل کے شعراء کو وہ مواقع فراہم نہیں کئے جس کے وہ مستحق ہیں۔ آثم پیرزادہ کے کلام اور اُن کی شخصیت سے یہ امید ہے کہ وہ جلد ہی آسمان طنز و مزاح کے چمکتے تارے بن جائیں گے۔

میں اُنھیں اُن کے مجموعہ کی اشاعت پر دلی مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اس پرآشوب دور میں قارئین اور سامعین کو ہنسنے کے مواقع فراہم کرتے رہیں۔

؎ اس زمانے میں ہنسانا ہے ثواب جاریہ
مردہ دل کے پاس، لیکن فیض یہ جاری نہیں

رؤف رحیم
شکر گنج۔ حیدرآباد

سنجیدہ مزاح نگار

بات 1992 کے آس پاس کی ہے میں ایک مشاعرے میں سہارنپور گیا ہوا تھا مشاعرے کے بعد میں اپنے ایک دوست کے گھر ٹھہرا تھا صبح کے 10 بجے تھے تب ہی ایک دبلا پتلا نوجوان مجھ سے ملنے آیا۔ اس سے پہلے کہ میں اُس سے کچھ بولتا اس نے جلدی جلدی بولنا شروع کر دیا اور اسی درمیان اس نے اپنا نام آثم بھی بتا دیا۔ تین یا چار منٹ لگاتار بولنے کے بعد آخر میں اس نے کہا کہ مجھے آپ کا شاگرد بننا ہے۔ میں اس ناگہاں حملے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن میں اس کی بیبا کی پر حیرت میں پڑ گیا میں شاگرد بنانے میں بہت محتاط ہوں اور اب وہ استاد شاگرد کا رشتہ بھی تقریباً ختم سا ہو گیا ہے۔ میں کشمکش میں مبتلا کہ کیا کہوں۔ خیر میں نے کہا برخوردار کچھ شعر سناؤ تو اس نے اسقدر شعر سنائے کہ میں حیرت میں پڑ گیا وجہ یہ تھی کہ نومولود شعراء کو یوں بھی شعر سنانے کا شوق ہوتا ہی ہے۔ پھر میں نے کہا اپنی پسند کے شعر سناؤ تو اس نے مجھے اردو کے کلاسیکل شعراء کے جو اشعار سنائے وہ یقیناً حیرت میں ڈالنے والا امر تھا یہ عمر اور یہ پسند اور یہ انتخاب جس عمر میں لوگ حسن و عشق سے لبریز شاعری پڑھا کرتے ہیں اور سنایا کرتے ہیں یہ فانیؔ اور اقبالؔ کے شعر سنا رہا ہے غالبؔ پسندیدہ شاعر بتاتا ہے سب کچھ اک دم حیرت میں ڈالنے والا۔ ایک اور خاص بات شعر اس نے جس طرح سنائے اس سے زبان کا اندازہ ہوا پڑھنے کا لہجہ بھی خاصہ بہتر تھا کل ملا کر ایک چنگاری دکھائی دی۔ میں نے کوئی فیصلہ تو نہیں کیا ہاں اتنا ضرور کہہ دیا کہ کبھی کبھار خط لکھ دیا کرو اور ڈاک سے کچھ تخلیقات مجھے بھیجو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کسی سے مشورہ سخن لیتے ہو تو جن شعراء کا نام اُس نے بتایا اُن

میں ایک نام تو میرے محترم اور قادر الکلام شاعر دوست حضرت مشیر جھنجھانوی کا ہی تھا دوسرا نام ساحلؔ فریدی صاحب ۔کا تھا اور ایک نام اور تھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہے۔ گویا کہ مٹی اچھے ہاتھوں میں میں تھی اور اچھا برتن بن سکتا تھا۔ مجھے اس بات سے کافی تسلی ہوئی۔ ایک دوسری بات مجھے یہ بھی معلوم ہوئی کہ تمام بڑے مزاح نگاروں کی طرح آثمؔ بھی غزل سے مزاح میں قدم رکھ رہا تھا جو واقعی بہت اچھا شگن تھا۔ اس نے جب اپنی غزلوں کے شعر سنائے تو لگا کہ سنجیدہ مزاح نگار اُفق ادب پر رونما ہونے کو تیار ہے کیوں کہ جو اچھی غزل کہہ سکتا ہے وہ کسی بھی صنف میں طبع آزمائی کرے بہتر نتائج ہی سامنے آئیں گے۔ اور اس طرح اس کشمکش بھرے ماحول میں میرا رشتہ شاگردی آثمؔ سے جڑا۔

یوں تو یہ سب شاگرد کی تعریف و توصیف ہی ہو رہی ہے لیکن اگر استاد ہی شاگرد کا صحیح تعارف نہیں دے گا تو پھر کون گھاس ڈالے گا۔ یہ بات تو ماننی ہی پڑے گی کہ آثم صلاحیتوں کا مالک ہے پڑھا لکھا ہے انگریزی ادب کا گہرا مطالعہ ہے اردو کے کلاسیکل ادب پر بھی گہری نظر ہے ابھی جب مجھ سے ملنے آیا تھا تو ذکر کر رہا تھا کہ اردو میں ایم اے بھی کر لیا ہے میں نے ایک بار عزیزم ساحل فریدی (مرحوم) سے کہا تھا کہ آثم کو میرے پاس بھیج کر ادب دوست ہونے کی مثال قائم کی ہے تم نے۔ شروع میں حضرت مشیر جھنجھانوی اور بعد کو ساحل فریدی نے آثم کی غزل پر بہت محنت کی ہے اسے فن سے تو ساحلؔ نے روشناس کرایا شاعری کی گرامر سکھائی سو اس کی غزل میں محترم مشیر جھنجھانوی اور ساحل فریدی دونوں کا بھرپور رنگ نظر آتا ہے۔ مشیر صاحب کے رنگ کا ایک شعر دیکھئے جو اس کی مشیری ہونے کا اعزاز دلاتا ہے۔

عجب وحشت ہے میرا ہی گریباں
جنوں سے ہاتھا پائی کر رہا ہے

ذرا ساحل فریدی کا رنگ بھی دیکھئے ؎

نچھاور تجھ پہ اپنی جان کردوں
جسے کرنا ہے اس کو سوچنا کیا

شاعری کے لئے ۳ چیزیں ضروری ہیں مطالعہ، مشاہدہ اور تخیل یہ تینوں کوالٹیز مشکل سے ہی یکجا ہوتی ہیں ۔ جہاں یکجا ہوتی ہیں وہ پھر وہ ہوتا ہے جو پہلے کبھی کہیں ہوا نہیں ہوتا۔ آثم کے پاس خدا کا فضل ہے کہ یہ تینوں ہی کوالٹیز ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کے ہونے کے اور دیگر ثبوت بھی سامنے آئیں گے۔ آثم تخیل اور مشاہدے سے جراحی کرتا ہے۔ مرض کو محسوس کرتا ہے مریض کو دیکھتا ہے نسخہ لکھتا ہے اور پھر مریض کو کین کھا کر بھی مسکراتا ہے۔

میں نے علالت کے باوجود بھی مسودہ دیکھا ہے یہ میری ذمہ داری بھی ہے میرا نام آثم سے جڑا ہے کیوں کہ شاگرد کا کلام اگر استاد کے سامنے چھپے تو کسی بھی غلطی کی ذمہ داری استاد کی ہی ہوتی ہے ۔ کلام ماشاء اللہ کافی صاف ستھرا ہے جہاں قلم لگانے کی ضرورت تھی وہ میں نے کر دیا ہے سہو کسی کے یہاں بھی ہوسکتا ہے غلطی انسان کی فطرت ہے انسان کا کلام ہے۔ اغلاط سے پاک صرف کلام اللہ ہے ویسے اب آثم اس منزل کی طرف ہے جہاں اسے کلام دکھانے کی ضرورت نہیں رہی ہے جتنی سوجھ بوجھ ایک شاعر کو ہونی چاہئے وہ آ ہی گئی ہیں باقی شاعر تو بڑھاپے میں جا کر جوان ہوتا ہے۔

آثم طنز و مزاح میں دلاور فگار سے حد درجہ متاثر ہے۔ زیر نظر مسودے میں کچھ بندشیں

فگاؔر کی طرح کرتا ہوا دکھتا ہے۔ فگاؔر بہت پڑھے لکھے آدمی تھے میرا بہت وقت فگاؔر کے ساتھ گزرا ہے اصل میں فگاؔر کو مطالعہ نے فگاؔر بنایا ہے۔ آثمؔ نے فگار کا راستہ اپنا لیا ہے لیکن اچھی بات یہ ہے کہ اُس کا لب ولہجہ اپنا ہے نئی ڈگر ہے میر انیسؔ کے مطالع نے آثم کی زبان کو روانی عطا کی ہے جو آثمؔ کے ہم عصر مزاح لکھنے والوں میں مشکل سے ہی پائی جاتی ہے۔ آثمؔ لطیفے نظم نہیں کرتا ہے اپنے خیال سے مزاح پیدا کرتا ہے اس کتاب میں مشکل سے ہی کوئی لطیفہ نظم ملے گا۔ تضمین کے کمال بھی آپ کے سامنے آئیں گے زیادہ تر مقبول مصرعے اپنائے ہیں اور خوب بندشیں کی ہیں اچھی بات یہ ہے کہ آثمؔ پر سبھی بڑے مزاح نگار شعراء کا اثر دکھتا ہے سوا میرے۔ اُس کا شعری اسلوب میرے شعری اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔ خدا کا شکر ہے۔

مجھے امید ہی نہیں یقین بھی ہے کہ آثمؔ جلد ہی طنز و مزاح میں اپنا ایک مقام پیدا کر لے گا میں اس مجموعے اور آثمؔ کے اعلیٰ مستقبل کے لئے دعا کرتا ہوں۔

فقط

ہلاؔل سیوہاروی

سیوہارہ ۔ بجنور

خوامخواہ کی رائے

سہارنپور سرزمین ہند کا ہر اعتبار سے بے حد زرخیز علاقہ ہے اور جناب آثم پیرزادہ یہیں سے افق شاعری پر نہایت آب وتاب کے ساتھ نمودار ہوئے ہیں۔ صحیح وقت اور صحیح سمت میں سچی کوشش اور کاوشوں کا نتیجہ آثم صاحب کی شاعری کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

ان کے کلام کے مطالع نے میرے اس خیال کی توثیق کردی ہے کہ شاعر بنتے نہیں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کسی خاص وقت خاص عہد یا زمانے کے لئے نہیں بلکہ ہر وقت ہر عہد اور ہر زمانے کے لئے ہوتے ہیں انہوں نے اپنی زندگی کے عمیق تجربے، مطالعے اور مشاہدے کے ساتھ ساتھ اپنے ذہن کی تخلیقی فکر سے اپنی شاعری کی جس خوبصورت انداز سے تزئین کی۔ہے وہ قابل تعریف تو ہے ہی نوجوان اور ابھرتے ہوئے شعراء کے لئے قابل تقلید بھی ہے۔

شعر گوئی ایک تخلیقی عمل ہے جو الہامی بھی ہوسکتا ہے اور جد وجہدی بھی۔ الہامی شاعری میں شعریت کے ساتھ بے ساختگی بھی ہوتی ہے اور جو شعر جد و جہد اور کوشش بسیار۔کے بعد ضبط تحریر میں آتا ہے وہ قاعدے کے مطابق شعر تو ہوسکتا ہے لیکن اس میں معنویت اور افادیت کے اعتبار سے شعریت اور بے ساختگی مفقود رہتی ہے۔

کسی فنکار کی خوبصورت تصویر یا کسی کارٹونسٹ کے لاجواب کارٹون کی طرح ایک اچھی نظم یا غزل بھی ایک فن پارہ ہوتی ہے۔ یہ صرف وہی نہیں ہوتی جو نظر آتی ہے بلکہ اپنے اندر ایک پیغام بھی رکھتی ہے جو عالمی اہمیت، افادیت اور ضرورت کی حامل ہوتی ہے۔ اردو شاعری چاہے وہ سنجیدہ ہو یا مزاحیہ تسکین قلبی وتذکیر ذہنی کے لئے ایک مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے جس کے استعمال سے بہتوں کو اگر فائدہ نہیں ہوا ہے تو کسی کا نقصان بھی نہیں ہوا ہے البتہ آزمائش

شرط ہے۔ آثم صاحب نے اسی فکری، لسانی اور حسی آفاقیت کو نئی آن بان اور شان سے تھکے ماندے عوام کے لئے ایک نادر و نایاب تحفے کی شکل میں پیش کی ہے۔

دراصل کچھ سال قبل آثم صاحب سے مختصر سی ملاقات کے بعد اب جب اُن سے تفصیلی طور پر گفتگو کا موقع ملا تو میں ان کی ہمہ رنگ صفت سے بے حد متاثر ہوا۔ گویا سر تا پا پیکر شرافت، گفتگو میں مجسم سعادت، شاعری میں بے ساختہ ظرافت، طبیعت میں جہاں متناسب حرارت اتنی ہی مزاج میں انکساری اور اس سے کہیں زیادہ خودداری، خوشی میں مونا لیزا سے ملتی جلتی مسکراہٹ لیکن بحث و مباحثے میں نہ ہٹ دھرمی اور نہ اس کی آہٹ۔ ادب کا معاملہ ہماری فکر کو تفہیم کی نئی جہت عطا کرتا ہے۔ ایک سچی اور متحرک مزاحیہ شاعری کے لئے جو اہم اجزا ضروری ہوتے ہیں وہ سب آثم صاحب کے کلامِ بلاغت نظام میں موجود ہیں۔ ایک جواں سال اور قابل مزاح نگار ہونے کے ناطے آثم صاحب اپنے ارد گرد پیش آنے والے واقعات اور حادثات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کے محسوسات میں حدت اور شدت کے ساتھ جدت، سنجیدگی، بردباری، انکساری اور پیرایہ اظہار میں چبھن اور کسک بھی بدرجہ اتم موجود ہے جو سننے اور پڑھنے والوں کو یکساں محظوظ کرتی ہے سنجیدہ شاعری میں غزل محبوب سے گفتگو کا نام ہے۔ اس ترقی پسندی کے دور میں جہاں غزل میں اب سماجی سیاسی معاشی معاملات شامل کئے جانے لگے ہیں وہیں طنز و مزاح کی شاعری میں بھی خالص طنز و مزاح کی جگہ اب پھکڑ پن نے لے لی ہے نتیجتاً ظرافت نگاری کے شاعرانہ چہرے پر اب ''خوبصورت شرارت'' سے کہیں زیادہ اخلاقی پستی اور گندی ذہنیت نظر آنے لگی ہے جو اس فن کے قدردانوں کے لئے یقیناً باعث تشویش اور قابل فکر بھی ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس عہد کے نوجوان مزاح گو شعراء، آثم صاحب کی صاف ستھری اور دلوں کو چھو لینے والی شاعری سے اکتساب حاصل کریں گے اور اس فنِ لطیف کو محض لطیفوں کی نذر ہونے سے بچالیں گے ۔

صدائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

آخر میں اس دعائیہ قطعہ کے ساتھ اپنے تاثرات کو لگام دیتا ہوں ۔

بڑھتے ہی رہیں آگے قدم اور زیادہ
لیتے رہیں اشعار جنم اور زیادہ
آثم کو پڑھا جب تو یہی دل نے دعا دی
اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دعا گو

حقیر فقیر

خوامخواہ

تب کہیں واہ وا۔۔۔

دل میں اٹھی ہے آج حسرت یوں
اپنے بارے میں بھی میں کچھ لکھوں

آیئے آپ پر کروں ظاہر
کس طرح سے ہوا ہوں میں شاعر

حادثہ ایسا کب ہوا کوئی
جس سے وابستہ ہو سخن گوئی

شعر کہنا ہے شوق بچپن کا
میں دیوانہ نہیں پڑوسن کا

شاعری کا مزہ اُٹھاتا ہوں
بن پیئے خود کو چور پاتا ہوں

کب مجھے رغبت شراب ہوئی
میری نیت کہاں خراب ہوئی

نیک نیت ہے میرا پیمانہ
آدمیت ہے میرا میخانہ

بن پیۓ پُر سرور رہتا ہوں
ہر مصیبت سے دور رہتا ہوں

طنز کرتا ہوں ہر برائی پر
نائی پر ہو کہ ہو قصائی پر
طنز میں میرے جو ظرافت ہے
سننے والوں کی یہ شرافت ہے
بات جو ہو وہ صاف کرتا ہوں
قاعدے کے خلاف کرتا ہوں
نبض حالات کی پکڑتا ہوں
دم نہیں ہے مگر اکڑتا ہوں
سب سے نظریں چرا کے چلتا ہوں
ہاتھ پھر بھی ملا کے چلتا ہوں
سُن کے میری حسین پالیسی
کھل گئی ہر کسی کی بتیسی
آیئے شعر پر بھی کرلیں بات
شعر کہتا ہوں کیسے میں حضرات
شعر لکھتا ہوں خون سے اپنے
تب ہنساتا ہوں ٹون سے اپنے
شعر کہنا تو میری فطرت ہے
مجھ کو ماحول سے بھی عبرت ہے

شاعری میری اک ضرورت ہے
ذہن کی اس میں میرے کثرت ہے
لیتا ہوں شاعری سے میں یہ کام
آدمیت کا دیتا ہوں پیغام
فن میں کیوں لوں کسی سے میں ٹکر
میں کہاں پالتا ہوں یہ چکر
شعر میں میرے اک حرارت ہے
فلسفہ ہے نہ یہ شرارت ہے
شعر جو مانگنے کا دھندا ہے
یہ ادب میں ادب کا چندہ ہے
بات دل کی غزل میں کہتا ہوں
اس لئے کچھ ملول رہتا ہوں
اس لئے شاعروں کو پڑھتا ہوں
روشنی میں انہیں کی بڑھتا ہوں
جو بھی شاعر مجھے پسند آئے
رنگ میں نے سبھی کے اپنائے
عزت اپنے بڑوں کی کرتا ہوں
ان پہ جیتا ہوں اور مرتا ہوں

میرے استاد سارے کامل ہیں
یہ کہ نشتؔر ، ہلالؔ ، ساحلؔ ہیں
مشورہ پایا ہے مشیر سے بھی
فیض حاصل ہے کچھ نصیر سے بھی
آج آثمؔ اگر جو شاعر ہے
ان کی محنت ہے صاف ظاہر ہے
خون جلتا ہے آہ ہوتی ہے
تب کہیں واہ واہ ہوتی ہے

نہ کچھ کہنے کے قابل ہے نہ کچھ۔۔۔۔۔

اپنے بارے میں کچھ بھی کہنا یا لکھنا گویا کہ اپنے گریبان میں جھانکنے کے مماثل ہے
میں یکم جنوری ۱۹۷۲ءکو سہارنپور میں پیدا ہوا۔ گھر میں ادبی ماحول تھا پڑھے لکھے لوگ بھی
کافی تھے اردو تو مجھے گھٹی میں ملی تھی لیکن شاعری نہ گھٹی میں ملی نہ ورثہ میں ملی اس لئے میں
یہ بات وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شاعری میں لے کر پیدا ہوا۔ گھر میں اردو لکھنے
پڑھنے اور بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ میرے بچپن میں میرے گھر پر اردو کے
کئی رسائل ہر ماہ پابندی کے ساتھ آیا کرتے تھے اور اخبار تو روز کا معمول تھا۔ میری
پرائمری ایجوکیشن مدرسے میں ہوئی اس لئے کلام پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو پڑھنا
سیکھا۔ تختی لکھنے کے رواج نے لکھنے میں ہاتھ رواں کر دیا اور پڑھنے میں اخبار ورسائل
نے کافی مدد کی مدرسے میں بچے مائک پر نعتیں پڑھا کرتے تھے جو اس وقت کا بڑا بھاری
کریز تھا۔ میں بھی اس عمل سے متاثر ہوا اور ایک دو بار میں نے بھی اپنے دل آویز
نقاہت والے ترنم سے مائک پر جادو چلانے کی کوشش کی خیر جادو تو چلا یا نہیں ہاں اس
طرح شاعری سے رغبت ضرور بڑھی چنانچہ نعتیں رسائل سے نقل کر کے خوب ترنم سے
پڑھنا اور گھر میں یا ویرانے میں اپنے گلے کا جا بے جا استعمال کرنا۔ سو یہ شاعری کی ابتدا
تھی جو صرف رغبت کی بنا پر بعد کو پوری طرح حاوی ہوگئی۔

وقت نے کروٹ بدلی اور میں 1987 میں پڑھنے کے لئے دہلی چلا گیا۔ قسمت
سے داخلہ بھی ایسے کالج میں ملا جہاں حضرت مشیر جھنجھانوی جیسا قادر الکلام استاد شاعر
مدرس کے طور پر ہمیں ایک تحفے کے طور پر مل گیا۔ اس کو کہتے ہیں ''بلی کے بھاگ سے

چھینکا ٹوٹا'' اسکول کی فضا شاعری سے بھرپور تھی ہر دن کوئی نہ کوئی ادبی سرگرمی رہتی تھی۔ اسی زرخیز ماحول نے میرے شوق کے بارود میں چنگاری کا کام کیا اسکول میں ایک خاص گروپ حضرت مشیرؔ صاحب سے استفادہ کرتا تھا ہر پروگرام کو آرگنائز کرتا تھا میں نے بھی کسی طرح اس گروپ میں داخلہ لے لیا۔ ایک بات یہ بھی بڑی فائدے مند تھی کہ مشیرؔ صاحب سے ہماری رشتے داری بھی تھی۔ ابتدا میں مشیرؔ صاحب نے خاندانی رشتے داری کا خیال کرتے ہوئے شاعری سے دور رہنے کی ہدایت دی مگر جب انھوں نے مجھ پر کوئی اثر نہ ہوتے دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ میں نے حالات کو غنیمت جانا اور اس اس درمیان ایک غزل کہہ کر مشیرؔ صاحب کے حضور پیش کر دی۔ انھوں نے قہر بھری نظروں سے دیکھا غزل لے لی اور کچھ روز بعد اصلاح فرما کر بہت ہی غصے میں اسکول میں میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں تو خوشی سے اچھل پڑا سارے ساتھیوں نے مبارک باد دی غزل سنی۔ داد تحسین کا طوفان اور با قاعدہ شاعری کی ابتدا۔

وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔ دہلی کے بھاگم بھاگ کے ماحول میں میری طبیعت نہیں لگی اور میں واپس سہارنپور آ گیا۔ اور یہاں پر معروف کہنہ مشق استاد شاعر حضرت نشترؔ مظاہری صاحب سے اصلاح لینا شروع کر دیا۔ لیکن جلد ہی سہارنپور کے نمائندہ شاعر حضرت ساحلؔ فریدی کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گیا۔ ساحلؔ صاحب شعری معاملات میں بہت سخت تھے۔ ساحل صاحب اپنے شاگردوں کو محتاج بنانے کے بجائے خود کفیل بنانے میں زیادہ یقین رکھتے تھے۔ سو مشق سخن چکی کی مشقت کی طرح کرائی جاتی تھی۔ ساحلؔ ھاحب کی نشست گاہ پر ایک بلیک بورڈ بنا تھا اس پر شام کو بلا ناغہ ایک مصرعہ تحریر کر دیا جاتا تھا نو مشق ہو یا کہنہ مشق سبھی کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ جلد از جلد شعر کہہ کر سنائیں جائیں۔ جتنی جلدی شعر کہہ

لئے جاتے اُتنی جلدی مشکل آسان ہو جاتی اور گھروں کو جانے کی اجازت بھی مرحمت فرما دی جاتی ۔ ساحل صاحب کی اس سختی سے لبریز شفقت نے اس زمانے میں ہی کئی حضرات سے شاعری سے توبہ کرادی تھی جو شاعری سے توبہ کرنے کے بعد کافی اچھے انسان ثابت ہوئے۔

ساحل صاحب اپنے مدرسے میں ڈنڈا لے کر بیٹھتے تھے۔ ان کے اس رویے نے اچھے اچھوں سے یا تو شعر کہلوادیا یا پھر شاعری سے توبہ کرادی۔ جن دنوں میں حلقہ ساحلؔ میں شامل ہوا اُن دنوں حلقے میں ایک سے بڑھ کر ایک شعر کہنے والے موجود تھے۔ ان میں سرفہرست نام اکمل صاحب کا تھا۔ اکمل صاحب ساحلؔ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نہایت سنجیدہ شریف النفس انسان واقع ہوئے ہیں۔ آپ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ ان دنوں مجھ جیسے نومشقوں کے لئے ناخدا کا رول ادا کرتے تھے۔ اکثر بہ وقت مصیبت رہنمائی فرما کر ساحل صاحب کے عتاب سے حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ فیض آج بھی شہر میں اسی خلوص کے ساتھ جاری ہے۔ اور آپ ایک باکمال استاد کی حیثیت سے شہر میں اور قرب و جوار میں اپنی انفرادی شاعری کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ ایک بار تو ایسا نازک موقع آیا کہ ساحلؔ صاحب قطع کہنے کی ترکیب بتارہے تھے میں صرف ہاں میں ہاں ملا رہا تھا سمجھ میں کچھ آنہیں رہا تھا ساحلؔ صاحب کے خوف سے آخر میں نے کہہ دیا کہ سمجھ میں آ گیا مگر اکملؔ صاحب نے موقع کی نزاکت کو جانچ لیا تھا اور میرا حلیہ خراب دیکھ کر آپ نے مجھے اپنی طرح سے اور میری ذہنی استطاعت کے حساب سے کچھ اس طرح سمجھایا کہ یہ قطعات کا مجموعہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں اکمل صاحب کا شکر گزار ہوں کی آپ کی اس راہ نمائی نے آج مجھے یہ دن دکھایا۔

میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ اُن دنوں حلقہ ساحلؔ میں ایک سے بڑھ کر ایک شعر کہنے والے موجود تھے۔ اس حلقے کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہاں فضول گوئی سے زیادہ شعر گوئی کا رواج تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بڑا ہی سخت کمپٹیشن تھا شعراء میں۔ شعراء حضرات ہر روز کچھ نہ کچھ ایسا نیا کہہ کر لاتے تھے جو دوسروں کے لئے ایک چیلنج ہوتا تھا۔ اسی مقابلے کے جذبے سے سب لوگ ایک سے بڑھ کر ایک شعر کہتے تھے۔ یہ ہی وہ وجہ تھی جس کے باعث اس حلقے کا شہر کی ادبی فضا پر تسلط تھا اسی دور میں میں نے بھی بہت سی غزلیں کہیں خوب معرکے سر کئے پر اچانک ساحل صاحب نے ایک روز مجھ سے کہا کہ تم طنز و مزاح میں شعر کہا کرو۔ میں حیران تھا مگر یہ مجال کس میں تھی کہ کیوں کا سوال کر لے۔ سو حسب مشورہ طنز و مزاح کی طرف 1990 میں آیا اور آج تک اسی میدان میں صحرا نوردی کر رہا ہوں۔ ساحلؔ صاحب نے طنز و مزاح میں مشق کرنے کو جب کہا تو ساتھ ساتھ یہ بھی سخت ہدایت دی کہ ہر ہفتے کم سے کم ایک سنجیدہ غزل بھی کہہ کر سنانی ہے۔ خدا غریق رحمت کرے ساحلؔ صاحب کو کہ ایسی مشق کی عادت ڈلوائی کہ آج تک پہلے سنجیدہ غزل کہتا ہوں کسی بھی مصرہ پر پھر مزاحیہ۔ 1992 میں ساحل صاحب کے مشورے سے ہی میں طنز و مزاح کے معروف استاد شاعر حضرت ہلال سیوہاروی سے مشورہ سخن شروع کیا اس سلسلے نے تو میری کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔ ہلال صاحب کی اصلاح و مشورے کا کیا کہنا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک لفظ کے ہٹانے سے اور کبھی کبھی ایک لفظ کے بڑھانے سے شعر کو زمین سے آسمان پر پہنچانے کا ہنر ہلال صاحب کا ہی وطیرہ رہا ہے۔ آج اگر میں کچھ کہہ لیتا ہوں یہ میرے ان اساتذہ حضرات کی جوتیوں کا ہی طفیل ہے۔

میں چونکہ پڑھانے کے پیشے سے وابسطہ ہوں تو مطالعہ شوق بھی رہا ہے اور مجبوری بھی دوسری بات یہ کہ ہر چیز کی زیادتی غلط ہوتی ہے تیسری بات جس چیز کے فائدے ہوتے ہیں اسکے نقصان بھی ضرور ہوتے ہیں تو مطالع کے شوق کی زیادتی نے مجھے نقصان بھی بڑے پیانے پر پہنچایا۔ یعنی جس چیز کو پہلے پڑھنا تھا اس کو بعد کو پڑھا جو بعد کو پڑھنا تھا پہلے پڑھ لیا جس کا نتیجہ بڑا خوفناک نکلا۔ میں نے دلاور فگار، سید محمد جعفری، کرنل ضمیر جعفری، ظریف لکھنوی جیسے استادوں کو شروع میں ہی پڑھ ڈالا پھر کیا تھا شعر کہنے پر بریک لگ گیا یا جو کچھ بھی کہا جاتا تو سب بکواس نظر آتا کئی مہینوں تک حالت بہت نازک رہی پھر کسی صورت قرار آیا۔ لیکن اس سے فائدہ یہ ہوا کہ میں نے ان حضرات کے مطالعے سے زبان و بیان سیکھ لیا مضمون کو برتنے کا ہنر بھی جانا الفاظ کے جامے مضمون کو کیسے پہنائے جاتے ہیں یہ بھی سمجھا خاص بات یہ ہوئی کہ ان تینوں حضرات کا اسلوب سخن ہی میرا راہ نمار رہا ہے اور اسی سے میں نے اپنا راستہ بنایا ہے اسی لئے میرے کلام پر گاہے بہ گاہے ان حضرات کا اثر نظر آئے گا میرے قاری کو مجھے یہ کہنے میں کوئی گریز نہیں کہ میں نے ان چاروں حضرات سے حد درجہ فائدہ اُٹھایا ہے ان کے پورے پورے مصرعے اپنائے ہیں مگر اپنے اسلوب کے ساتھ ان حضرات کی کہی معرکہ آرا نظموں کی طرز پر میں نے بھی نظمیں کہی ہیں لیکن بہت ہی احتیاط کے ساتھ پھر بھی ان حضرات کا اثر تو مجھ پر اتنا ہے کہ میں چاہ کر بھی ان کے فن سے خود کو الگ نہ کر سکا کہیں کہیں پر میرے کلام میں جب آپ ان کو محسوس کریں گے تو آپ اس کو سرقہ یا چربہ نہ مانیں بلکہ ان حضرات سے میری عقیدت کی انتہا مانیں۔

میرے ۲۰۔۲۵ سال کے شعری سفر نے میری زندگی کے بہت سے اتار چڑھاؤ

دیکھے ہیں۔ زندگی بنتی رہی بگڑتی رہی لیکن اللہ کا کرم شامل حال رہا ہے۔ وقت وقت کی طرح بدلا دوست احباب حالات کی طرح بدلے گویا کہ ہر جگہ ابن الوقتی دیکھی ہے اگر اس تبدیلی کے دور میں کچھ نہیں بدلا تو وہ میری شاعری ہے جس نے ہر برے سے برے وقت میں میرا ساتھ دیا ہے۔ یہ میری تنہائی کا بہترین ساتھی رہی ہے شاعری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شاعری اپنی سوتن برداشت نہیں کرتی مگر مجھے شاعری نے کبھی اس طرح سے پریشان نہیں کیا بلکہ آج میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ میری شاعری کی ہی دین ہے اور شاعری اللہ کی دین ہے۔ میں خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اپنی اس دولت سے نوازا ہے جس کو وہ ہر کس و ناکس سے دور رکھتا ہے۔

یہ مجموعہ اردو میں میرا پہلا مجموعہ ہے اس لئے میرے اس شعری سفر میں جن حضرات کا ہر قدم پر میرے ساتھ کرم کا معاملہ رہا ہے میں اُن سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور ان حضرات کے نامِ نامی اپنے اس مجموعے میں شامل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں ۔ یہ فہرست اگر چہ کہ اتنی طویل ہے کہ ایک کتابچہ اس کتاب کے ساتھ اور چھپ سکتا ہے یہاں میں اپنے اُن بزرگ شعراء حضرات کا سب سے پہلے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی محبت و راہ نمائی میرے لئے ہمیشہ ہی مشعل راہ ثابت ہوئی ہے۔ گرامی قدر استاد محترم حضرت مولانا نشترؔ مظاہری صاحب ، مجاہد آزادی قاری اسحاق حافظؔ صاحب ، جناب شوقؔ مانوی صاحب ، جناب انور تاباںؔ صاحب خدا تعالیٰ ان بزرگوں کا سایہ ہمیشہ ہم سب پر قائم و دائم رکھے ان کی برکت سے انجمن میں بڑی رونق برکت ہے۔ ان حضرات کے سلسلے کو جن لوگوں نے آگے بڑھایا ہے ان میں جناب اختر علی خاں شمید سابق پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور، جناب اکمل امام، ڈاکٹر جمیل مانوی

صاحب ، ڈاکٹر جاوید جمیل معروف اسلامی اسکالر، ڈاکٹر شاہد زبیری صاحب معروف صحافی ،سکندر حیات صاحب ،سبحان پیکر صاحب ، نثار شاہد صاحب ،سردار انور صاحب ، صغیر صاغر صاحب ، ڈاکٹر جاوید جمیل صاحب ، ڈاکٹر جمشید صاحب جیسے صاحب قلم لوگوں کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے اپنے فن سے شہر میں ادبی فضا کو ہمیشہ خوشنما بنایا ہے خدا ایسے لوگوں سے میرا یہ چمن ہمیشہ ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور یہ حضرات ہمیشہ یونہی باغِ ادب میں چہچہاتے رہیں آمین۔

میری انجمن زندہ دلان سہارنپور جس کا ہر رکن زندہ دلی کی قسم کھا کر پیدا ہوا ہے اس کے روح رواں پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج جناب جلال عمر ،عمران ضیا صاحب پرنسپل مہاراجہ انٹر کالج امروہا، رحمان عزیز صاحب پرنسپل بلاسم پبلک اسکول، انعام راشد صاحب پرنسپل ڈی این پبلک اسکول ، راؤ محبوب علی پرنسپل ، اطہر عمر صدیقی صاحب لکچرر ریننٹ میری اسکول ، ستار صاحب لکچرر ایس ڈی کالج ، شارق صاحب پرنسپل کندر یہ ودھالیہ ، شاہ زماں حسن پرنسپل ہورائزن پبلک اسکول ، شفاعت عظیم صاحب (ایم ایس سی بی ایڈ) آصف شمسی صاحب خدا ان حضرات کی زندہ دلی ہمیشہ ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور ادب کی شمع جوان حضرات کی روشن کی ہوئی ہے وہ اپنی آب وتاب کے ساتھ روشن رہے آمین۔

شہر میں میرے کچھ ایسے بزرگ دوست بھی ہیں جو میرے لئے بہت محترم ہیں جن کا میری زندگی میں بہت اہم رول رہا ہے یہ نام ہیں جناب سریش پن ، کرشن شلبھ صاحب ، ڈاکٹر سریندر سنگھل ، ڈاکٹر وجیندر پال شرما ، ڈاکٹر آر پی سارسودت ، ونود بھرنگ صاحب ، وریندر اعظم صاحب ، کشمیر سنگھ صاحب ، نریندر مستانہ صاحب ، حکم چند پیڈٹ صاحب ، شہر میں ہندی ، پنجابی اور اردو ادب کا سنگم سردار گرشرن سنگھ صاحب ، میرے کلاس میٹ فادر

ڈینیل مسیح صاحب میں ان حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے ہمیشہ اپنا حصہ مانا ہے۔ کے کے گرگ صاحب، اشوک کوشک صاحب، شکتی کمار شرما، سنجے شرما ایڈوکیٹ صاحب بھی اسی سلسلے کی اہم شخصیات ہیں۔

حلقہ ساحل کے وہ درخشاں ستارے جن کے ساتھ ہمیشہ شاعری میں دو دو ہاتھ رہا کرتے تھے اور جن کے ساتھ بیٹھ کر خوب محفلیں سجیں جن کے تعاون سے بڑے بڑے معرکے سر ہوئے خوب مستیاں کیں دن رات جن کے ساتھ عید کی طرح رہتے تھے ان کے نام نامی ہیں اکمل امام صاحب، شمیم مضطر صاحب ارشد ندیم صاحب، شبّر شاد صاحب، غلام ربانی صاحب، طالب عرفانی صاحب، حبیب آزاد صاحب، اکبر کمال صاحب، مشرف نواز صاحب، شعور اسلم صاحب، واحد سہارنپوری صاحب، فیاض ندیم صاحب، فاخر اصلاحی صاحب، ڈاکٹر بلال صاحب، امجد عظیم صاحب، وغیرہ خدا ان لوگوں کو ہمیشہ یونہی ہنستا کھیلتا رکھے اور ان کے دم سے ادب کی محفلوں کی رونق کو سدا قائم رکھے آمین۔ اشتیاق عالم صاحب، مسرور اجمل صاحب، شاہ فیصل صاحب، محمد احمد امجد صاحب جیسے شعراء بھی میرے ہم سفر رہے ہیں ان حضرات کی حوصلہ افزائی نے ہمیشہ مجھ میں کچھ نیا کر دکھانے کا جذبہ پیدا کیا ادارہ پیام وصبر وکلام کے میرے تمام پیر بھائی مستقیم روشن صاحب، اسلم محسن صاحب، ایوب شعلہ صاحب، احتشام دلکش صاحب، ذلفقار مرزا صاحب، ڈاکٹر کمال صاحب، سید عمران صاحب کہ جن کی موجودگی سے آج بھی ادب کی محفلیں دلکش بنی رہتی ہیں خدا کرے میرے یہ ادب دوست ادب میں اپنا سکہ ایسے ہی جمائے رہیں اور محفلوں کو اپنی پُر مغز شاعری سے جلا بخشتے رہیں آمین۔

میرے کچھ دوست ایسے بھی ہیں جن کی دوستی میرے لئے ایک تحفہ ہے ان میں کچھ

نام یہ ہیں جناب سیاف الحق امجد شمسی صاحب، کمال انصاری عرف چاند صاحب، ڈاکٹر رحمان مصور صاحب، دانش کمال صاحب، ڈاکٹر ارشاد ساگر صاحب، ضمیر اقبال صاحب ،آصف شمسی صاحب، ڈاکٹر مجاہد فراز صاحب یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ رہ کر میں نے زندگی اور شاعری دونوں کا سفر طے کیا ہے ہر گام پر ان کی دوستی کی شمع نے جل کر میری حوصلہ افضائی کی ہے خدا تعالیٰ ان دوستوں کا ساتھ میری ساتھ اسی طرح میری زندگی کی آخری شام تک بنا رہے آمین۔

اب وہ حضرات جن سے میرے ملازمتی تعلقات بنے مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ تعلقات صرف تعلقات نہ رہ کر زندگی کا اہم ترین حصہ بنے یہ نام گرامی ہیں جناب انوار احمد (سابق پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور) شمشاد احمد صاحب ، مرتضیٰ صدیقی صاحب ، ندیم فاروقی صاحب ، اکرم جاوید صاحب ، وکاس شرما صاحب ، مصروف صاحب، زبیر صاحب، شرافت صاحب، شفیق صاحب، رضوان صاحب، عمران صاحب ، جمشید صاحب ، بابو سعید وغیرہ یہ لوگ میرے ملازمتی سفر میں ہمسفر رہے ہیں۔ اپنے اپنے مضمون کے ماہر استاد ہیں شہر میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں خدا ان کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

میرے کچھ عزیز ترین جانباز شاگرد بھی ہیں اگر چہ یہ فہرست کئی صفحات پر مشتمل ہے مگر چند نام بہت اہم ہیں عزیزم سید دانش علی، عزیزم سلمان، عزیزم مزمل، عزیزم کاشف وغیرہ کی خدمات مجھے ہمیشہ ہر قدم پر ملتی رہی ہیں خدا میرے ان شاگردوں کو اعلیٰ مستقبل سے نوازے اور دین و دنیا کی دولت سے سرفراز فرمائے آمین۔

بنا سرپرستی کے انسان ایسا ہے جیسا بنا چھت کا مکان خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے

اس نے ایسے مشفق بزرگوں کی سرپرستی سے نوازا ہے جن کے صرف نام لینے سے ہی زندگی کی تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں ان بزرگوں کی شفقت میرا سرمایہ ہے۔ ان حضرات کے نام گرامی ہیں جناب مجتبیٰ حسین صاحب، پروفیسر ولی بخش قادری صاحب، پروفیسر وسیم بریلوی صاحب، نصیر ناداں صاحب، مظفر رزمی صاحب، غوث خوامخواہ صاحب، طالب خوندمیری صاحب، رؤف رحیم صاحب، قاضی عزیز حسن صاحب، روحانی پیشوا جناب کنور صاحب (رادھا سوامی ست سنگ)، دلکش آفریدی صاحب، انور کیفی صاحب، قاضی الیاس رشید صاحب، خان فہیم صاحب (ایڈیٹر لمحے لمحے)، نبی احمد فراز صاحب، حاجی حافظ فیضان الحق صدیقی صاحب، ڈاکٹر عارف حسن خاں صاحب (ہندو کالج مرادآباد)، ڈاکٹر اسلم جمشید پوری صاحب (میرٹھ یونیورسٹی)، ڈاکٹر خالد صاحب (میرٹھ کالج، میرٹھ)، ڈاکٹر یونس غازی صاحب (میرٹھ کالج میرٹھ)، ڈاکٹر اعجاز پاپولر صاحب، ڈاکٹر شمیم احمد (بریلی کالج)، ممتاز اختر صاحب، خالد بن حمید صاحب، فصیح الزماں صاحب (منگلور)، غیور صاحب (سردھنا)، فرقان صاحب (سردھنا)، ماسٹر عابد صاحب (انبہٹہ پیرزدگان)، ڈاکٹر مسعود عظیم صاحب، شاد، وہاج الحق کاشف صاحب، شمشاد خاں صاحب (چیئرمین نگر پالیکا بورڈ سہارنپور)، خواجہ سلطان انجم صاحب، اختیار صاحب، اصغر علی شاہ صاحب، مختار احمد خاں صاحب (صدر اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور)، فیاض انصاری صاحب (صدر اسلامیہ ڈگری کالج سہارنپور)، فدا صاحب (سرپرست اسلامیہ ڈگری و انٹر کالج سہارنپور)، قاضی شوکت صاحب (اسسٹنٹ منیجر اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور)، ضیا انصاری صاحب، غفار سیفی صاحب، ذیشان سحر صاحب (کناڈا)، شاذ جہانی صاحب (نوئیڈا)، ڈاکٹر رضی احمد

صاحب (علیگڑھ) ، متین امرہوی صاحب ، ضیا نہٹوری صاحب ، امبر کھربندہ (دہرادون)، راشد عارفی صاحب (وکاس نگر)،تنویر وصفی صاحب ،ندیم برنی صاحب، اسلم کھتولوی صاحب، زیڈ اختر صاحب (گنگوہ)، کوثر زیدی صاحب (کیرانوی)، فرید سحر صاحب (حیدرآباد)، راشد جمال فاروقی صاحب، گڈو میاں (منگلور)، جاوید سروہا صاحب ، زاہد صاحب (بریلی)، سید راشد صاحب ، چچا نعیم پیرزادہ ، چچا آصف قمر صاحب ، بڑے تایا شہر قاضی مظفر نگر ، ظہیر عالم صاحب ، تایا پروفیسر احمد صدیقی صاحب۔تایا نفیس پیرزادہ (مرحوم)۔

جبراً اس شکریہ نامے کو لکھنے سے اپنے آپ کو روک رہا ہوں اس وعدے کے ساتھ کہ انشاء اللہ اگلے مجموعے میں شکریہ نامہ، دوست نامہ، بزرگ نامہ بالکل شامل نہیں ہوگا۔ بس اب مجھے ملاحظہ فرمائیں۔

فقط

آثم پیرزادہ

آرا

۱۔ عاصم پہلے مریض دیکھتا ہے مرض کو محسوس کرتا ہے نسخہ لکھتا ہے ضرورت پڑنے پر جراحی کرتا ہے جس کے سبب مریض کونین کھا کر بھی مسکرانا چاہتا ہے

ہلال سیوہاروی

۲۔ جب کسی شاعر یا ادیب کا منشا خود پر ہنسنا ہو اور وہ اس مقصد میں کامیاب ہو تو اسی کا نام پختہ کاری ہے۔

مولوی نشتر مظاہری

۳۔ آثم ایک باصلاحیت شاعر ہے اسلوب سخن سے واقف ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ اپنے فن کے جوہر ایک حقیقی فنکار ہر میدان میں دکھا سکتا ہے زیر نظر مجموعہ آثم کی شاعری اور فنی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔

ساحل فریدی

۴۔ آثم پیرزادہ کے شبدوں میں انوبھو کی گہرائی ہے ایسا لگتا ہے کہ شبد اتسو بن گئے ہیں

مہامنڈ لیشور آچاریہ ادھیشا نند گری جی مہاراج ہری دوار

۵۔ دلاور فگار کے ہندوستان سے جانے کے بعد چند لوگ ہی کامیاب مزاح نگار ثابت ہوئے ہیں نئی نسل میں آثم پیرزادہ سے بہت امیدیں ہیں۔

ولی بخش قادری۔ دہلی

۶۔ ایک سچی اور متحرک مزاحیہ شاعری کے لئے جو اہم اجزاء ضروری ہیں وہ سب آثم پیرزادہ کے کلام بلاغت نظام میں موجود ہیں۔

جی ایم احمد خوامخواہ (حیدرآباد)

۷۔ جواں سال پڑھے لکھے شاعر آثم پیرزادہ کے کلام میں ندرت کے ساتھ سنجیدگی پختگی اور گدگدانے کا خاص اہتمام ہے۔

طالبؔ خوندمیری (حیدرآباد)

۸۔ طنزیہ اور مزاحیہ ادب تخلیق کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے لیکن آثم پیرزادہ نے اس فن میں کمال حاصل کرلیا ہے بہت مبارک باد کے ساتھ۔

دلکش آفریدی (مرادآباد)

۹۔ نئی نسل میں شعروادب سے لگاؤ تو کجا اردو زبان کو سمجھنے کا ہی فقدان ہے ایسے اندھیرے میں جناب آثم پیرزادہ کا کلام جب پڑھا اور سنا جاتا ہے تو امید کی کرن ہی نہیں بلکہ ایک روشنی ادبی دنیا میں نظر آتی ہے۔

رؤف رحیم (حیدرآباد)

۱۰۔ آثم پیرزادہ ایک عرصے سے مشاعرے میں ڈنٹسٹ شاعر کی حیثیت سے سامعین کی پسند رہے ہیں۔

پروفیسر یوگیش کمار چھبرؔ

ق ط ع ا ت

اب کہاں ہے وہ نشتروں کی بہار
طنز رخصت ہوا فگاؔر کے ساتھ
کچھ بھی باقی نہیں ہے محفل میں
شیروانی گئی خماؔر کے ساتھ

باقی اب کیا رہ گیا گئے جہاں سے جب
ساغؔر عادؔل جعفرؔی ضیاؔ دلاور سب
ایسا لگتا ہے مجھے ان لوگوں کے بعد
آثمؔ بستر باندھ لے ہے تیرا نمبر اب

کسی سے دل لگانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے
نظر کی چوٹ کھانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے
ترے کوچے میں ہی دو چار پڑ جاتے تو اچھا تھا
مرے محبوب تھانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے

ریٹ اتنے بڑھے ہیں جوتوں کے
کیسے جوتے خرید کر لاؤں
اب تو جوتوں کے واسطے آثم
سوچتا ہوں نماز پڑھ آؤں

شہنائی کی آواز سے دل گونج رہا ہے
شادی مری پرسوں ہے کلی دل کی کھلے گی
میرے لئے بنوایا ہے سالوں نے کھٹولا
لگتا ہے کہ بیوی مجھے دو فٹ کی ملے گی

کئی بار جل چکا ہے مرا جسم چلتے چلتے
مری عمر کٹ نہ جائے کہیں ہاتھ ملتے ملتے
مرے بارے میں جو پوچھا تو وہ بولے مسکرا کر
یونہی کوئی مل گیا تھا سر راہ چلتے چلتے

غزلوں کی زباں میں ہو اگر حسن کی تعریف
کانٹے کی طرح میں ہوں گلِ تر کی طرح تم
سبزی کے ترازو میں اگر حسن کو تولو
آلو کی طرح میں ہوں ٹماٹر کی طرح تم

آتنک کا ماحول ہے چھایا ہوا دل پر
خوف اتنا ہے بازار اکیلی نہیں جاتی
بندوق سے محبوبہ ہے سہمی ہوئی اتنی
بیمار بھی ہوتی ہے تو گولی نہیں کھاتی

نالے کہیں بلبل کے سنائی نہیں دیتے
عاشق بھی شب غم میں دہائی نہیں دیتے
اب میرؔ نہیں ہیں تو گلی سونی پڑی ہے
عطار کے لونڈے بھی دکھائی نہیں دیتے

کتنی بھی شکر ڈالئے گڑ ڈالئے لیکن
جو نیم کی پتی ہے وہ میٹھی نہیں ہوگی
نیتا پہ دواؤں کا اثر کچھ نہیں ہوگا
یہ منہ کی بواسیر ہے اچھی نہیں ہوگی

زبان مادری پوچھی جواک لڑکے سے کالج میں
تو وہ بولا نہیں مجھ کو پتا کیا ہے زباں میری
اگر سچ جاننا چاہیں تو سنئے ماسٹر صاحب
"زبان مادری کچھ بھی نہیں گونگی ہے ماں میری"

یہ سیاست نے دی مجھے تعلیم
زہر کی فصل ایک ہوتی ہے
لکھنؤ میں ہو چاہے دلّی میں
سانپ کی نسل ایک ہوتی ہے

ملا ہے دوسری شادی کا موقع
جناب شیخ کیسے سج رہے ہیں
ادھر دلہن تو ہے بارہ برس کی
اُدھر دولہا پہ بارہ بج رہے ہیں

تم پیالی ہو میں کٹورا ہوں
تم ہو پوری تو میں بھی پورا ہوں
میں تمہیں چاٹوں تم مجھے چاٹو
تم چٹوری ہو میں چٹورا ہوں

صلہ دیوانگی کا پا رہے ہیں
میاں مجنوں بہت شرما رہے ہیں
گدھا گذرا تو لیلیٰ یہ پکاری
جلال الدین اکبر آ رہے ہیں

کوئی جمال خاں ہے کوئی شہر یار خاں
عبدالغفور خان ہے کوئی صوبیدار خاں
چیونٹی بھی جس نے ماری نہیں اپنے ہاتھ سے
سب لوگ کہہ رہے ہیں اسے تیس مار خاں

سلسلے اونچے خیالات سے جوڑے ہم نے
جانور لاغر و کمزور نہ چھوڑے ہم نے
مدرسے کے لئے پیسہ تھا کمانا یونہی
بھینس تو بھینس ہے کٹوا دیئے گھوڑے ہم نے

عشق میں صبر آگیا آثم
اور کیا ہوگا اس کمال کے بعد
عشق پھولے پھلے گا اب شائد
ان کے ابا کے انتقال کے بعد

دیکھا جو ڈاکٹر نے بنا فیس کے مجھے
میں یہ سمجھ سکا نہ وہ بیزار کیوں ہوا
پھر ڈانٹ کر مجھے وہ یہ کہنے لگا بتا
پیسے نہیں تھے پاس تو بیمار کیوں ہوا

زندہ دل کہتے رہے ہیں آج تک
زندگی زندہ دلی کا نام ہے
تجربہ لیکن یہ آتشؔ ہے مرا
زندگی کتا خسی کا نام ہے

تمہیں دکھتا نہیں ہے صاف بیگم
یہ تم جا کر بتاؤ ڈاکٹر کو
مجھے آنکھیں دکھا کر فائدہ کیا
یہ آنکھیں تم دکھاؤ ڈاکٹر کو

میں صدقے جاؤں آثم اس گدا کے
جو بولا میرے دروازے پہ آ کے
مجھے کھانے کو دے بھوکا ہوں ، بابا
دعا دوں گا "ترے بچوں کو کھا" کے

ان کی اردو ہے کس قدر اچھی!
بات ہے واقعی یہ حیرت کی
میں نے پوچھا جو ''کار'' کا مطلب
مسکرا کر کہا کہ ''ماروتی''
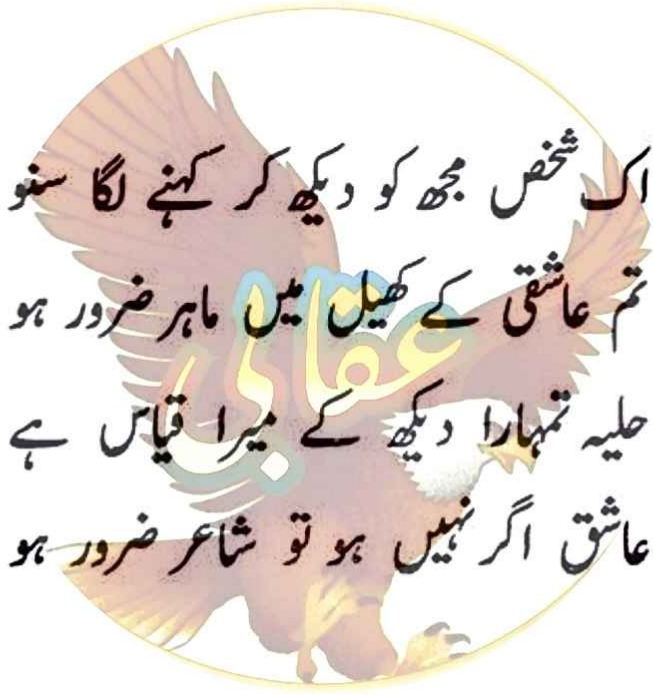
ادب کی آبیاری اس طرح سے کی رقیبوں نے
ادب کو طاق میں ہی رکھ دیا ہے بدنصیبوں نے
ادب بے حرمتی پہ رو رہا ہے رات دن آتمؔ
لکھا ''ادراک'' میں نے اور پڑھا ادرک ادیبوں نے

ادب پر ہے ترا بیشک تسلّط
نہیں ثانی ترا کوئی کہیں ہے
نہ چیں چیں کر ہر اک محفل میں اتنی
مجھے معلوم ہے تو ''نکتہ چیں'' ہے

یہ منظر دیکھ کر بیوی نے کاٹا اپنے شوہر کو
عجب وحشت سی برپا ہوگئی پردے پہ ٹی وی کے
ہوئی طاری کچھ اتنی ہم پہ گھبراہٹ کہ پھر ہم نے
نکلوا ڈالے ہیں سب احتیاطاً دانت بیوی کے

یہ کہتے ہیں سبھی اس دور میں ہر کام ممکن ہے
میں یہ کہتا ہوں یہ لیکن دوبارہ ہو نہیں سکتا
ہرا ہو سکتا ہے سوکھا ہوا اک پیڑ ممکن ہے
مگر شادی شدہ ہرگز کنوارا ہو نہیں سکتا

شعر سن کر مرے لوگ کہتے ہیں یوں
بے تکی بات کہنے کا ماہر ہوں میں
جب سے چوٹی پہ لکھی ہے میں نے غزل
لوگ کہتے ہیں ''چوٹی کا شاعر'' ہوں میں

اک شخص مجھ کو دیکھ کر کہنے لگا سنو
تم عاشقی کے کھیل میں ماہر ضرور ہو
حلیہ تمہارا دیکھ کے میرا قیاس ہے
عاشق اگر نہیں ہو تو شاعر ضرور ہو

سنتے ہیں کہ دو سانپوں میں ہوتی تھی کہیں بات
کیا سانپ میں اور آج کے انساں میں ہے انتر
ساتھی سے کہا سانپ نے ہشیار خبردار
انسان کے کانٹے کا نہیں کوئی بھی منتر

بھیڑ میں جب تعزیت کو آئے وہ
ہو گیا ایک دم سے ہنگامہ
آئے بن ٹھن کر جنازہ پر وہ جب
ہوگیا مردہ بھی تعظیماً کھڑا

ایسے ملیں گے تم کو یہاں بے حد وحساب
ہوتے ہیں پانچ وقت جو مسجد میں باریاب
یہ عید بقر عید جمعہ کیا ہیں ہم نے تو
جب بھی پڑھی نماز جنازہ پڑھی جناب

ہوٹل میں ، میں جو ٹھہرا تو آتم غضب ہوا
کھانے کا بل جو آیا مرا دل ہلا گیا
پھر اس کے بعد اور جو ویٹر نے بل دیئے
میں اتنے سارے دیکھ کے بل ''بلبلا'' گیا

سوچتے تھے یہ ہم بس میں ہو کر سوار
ہے بڑا یہ جہاں اب کدھر جایئے
آ کے اتنے میں کنڈکٹر نے کہا
'' چڑیاگھر '' آگیا ہے اتر جایئے

خطرے قدم قدم پہ ہیں خود کو بچا کے چل
'اپنا بچاؤ آپ' کا بینر اُٹھا کے چل
آتمؔ ہر اک سڑک پہ ٹریفک ہے بھیڑ ہے
پیدل بھی جا رہا ہے تو ہلمٹ لگا کے چل

مشاعروں میں ہوا ہوٹ جو مسلسل میں
تو ایک شخص یہ بولا تو مسخرا بن جا
اگر تو لوٹنا چاہے مشاعرے آتمؔ
تو چھوڑ چھاڑ کے سب کچھ تو شاعرہ بن جا

کہا مجھ سے یہ اک سامع نے اک دن
سمجھ آتا نہیں کچھ جب بھی سمجھوں
کہاں مجھ پر دھرا ہے اتنا ٹائم
سنوں اشعار بھی مطلب بھی سمجھوں

چھوڑ نا ہے گر پٹاخے آپ کو
آپ ان کو لایئے مت مول کے
گیس اپنے پیٹ میں کر کے جمع
پھر پٹاخے چھوڑیئے جی کھول کے

بڑھ گئی ہے گیس کی قیمت اگر
آپ اس کی مت ذرا پروا کریں
اس کا اک سیدھا سا حل بتلاؤں میں
گیس اپنے پیٹ میں پیدا کریں

بڑھیں گی قیمتیں پٹرول کی اگر یونہی
تو کچھ دنوں میں لگے گا کہ جام ہے گاڑی
کھڑی تھی کار جو گھر میں وہ ہو گئی بے کار
سنا ہے ہم نے تو چلتی کا نام ہے گاڑی

ایک شاعر نے پڑھا مصرع جو بزم شعر میں
میرے کانوں کو لگا مصرع یہ بے حد اٹپٹا
کیا کروں حضرت کی میں علمی لیاقت کا بیاں
پڑھ گئے مصرعے میں قبلہ ''ابر رحمت کی گھٹا''

حد لیاقت کی ہوئی اس دم جناب
''دُھن'' کو اک ظالم نے جب کہ دَھن پڑھا
ہو کے میں بیہوش گرنے سے بچا
فن کو ظالم نے مرے جب پھن پڑھا

آپ مت گھبرایئے گا چوریوں سے اے جناب
چوریاں ہیں اس جہاں کا ایک دستور ازل
ایک صاحب نے تو کچھ مارا ہے ڈاکا اس طرح
داد بھی مجھ سے ہی لے لی پڑھ بھی دی میری غزل

اس کو ہم سمجھیں ترقی یا تنزل دوستو
ذرہ ذرہ قرض میں ڈوبا ہے ہندوستان کا
کارخانے ہم نے جو قائم کئے ہیں مانگ کر
چمنیاں ہیں روس کی ان میں دھواں جاپان کا

فضاؤں میں کتنی ہے آلودگی
پولیس کو ذرا یہ بتا دیجئے
اگر کالا کرنا کسی کا ہو منہ
تو دن بھر کو دلّی گھما دیجئے

ہواؤں میں ہے پولیوشن کچھ اتنا
کہ رشتے سارے زہریلے ہوئے ہیں
ادھر عاشق ہوا ہے غم سے پیلا
اُدھر ہاتھ ان کے بھی پیلے ہوئے ہیں

راجیتی کے پورے بھارت میں
کیا بتاؤں میں کس قدر دل ہیں
راجیتی تو ہے نہیں ، لیکن
راجیتی کے ہاں یہ دلدل ہیں

ہے عمر بیاسی کی مگر جوش ہے باقی
ہاتھوں میں نہیں دم ہے مگر کھیل رہے ہیں
کہہ دو یہ جوانوں سے سیاست میں نہ آئیں
بڈھے ابھی میدان میں ڈنڈ پیل رہے ہیں

جلسوں میں اگر آپ کے جائیں تو سنیں کیا
جس بات کا جھگڑا ہے وہی بات زیادہ
اس جھوٹ کے بازار سے اللہ بچائے
تقریر بہت کم ہے خرافات زیادہ

دفعتاً جب چلی گئی بجلی
جو اجالے تھے بن گئے سائے
رات کالی تھی جام کالے تھے
شیخ صاحب نظر نہیں آئے

اک پولیس والے کا اغوا یا الٰہی کیا غضب
بات اپنے عقل سے یہ ہوگئی اک دم پرے
یہ حکومت سے گزارش ہے کہ بتلائے ہمیں
کیا حفاظت اب پولیس کی بھی یہاں پبلک کرے

افسوس اس قدر ہے کہ دھوتے نہیں ہیں منہ
چہرے سے تازگی و صفائی چلی گئی
اسمیک بیچتا نہیں اب کوئی شہر میں
تھانہ اداس ہے کہ کمائی چلی گئی

وہ حال ہے ہر ایک بشر کانپ رہا ہے
بیٹا بھی جھکائے ہوئے سر کانپ رہا ہے
شوہر بھی ہے نوکر کی طرح کونے میں دبکا
بیگم نے قدم رکھا تو گھر کانپ رہا ہے

ڈونگے کو ہلانے کا مزہ اور ہی کچھ ہے
سالن کو گرانے کا مزہ اور ہی کچھ ہے
کھانا تو شرافت سے بھی کھا سکتے ہیں لیکن
ڈش چھین کے کھانے کا مزہ اور ہی کچھ ہے

جب وہ ہوتا ہے میرے پہلو میں
فکر سے بے نیاز ہوتا ہوں
اس کی صورت ہے نیند کی گولی
وصل کی شب میں خوب سوتا ہوں

ہاتھ میں پاپڑ لئے بیٹھا تھا میں
دفعتاً اک مہ جبیں یاد آگئی
میں اسی کی یاد میں کھویا رہا
اور بکری سارا پاپڑ کھا گئی

میں اندھیرے میں ڈوب جاتا ہوں
آنکھ مجھ سے وہ جب ملاتی ہے
کچھ پتا ہی مجھے نہیں چلتا
سرمہ کھاتی ہے یا لگاتی ہے

دنیا کو اپنے ظرف کا جلوہ دکھاؤں گا
آہیں بھروں گا اور خوشی بھی مناؤں گا
شادی جو میرے یار کی ہوگی رقیب سے
افسوس بھی کروں گا ولیمہ بھی کھاؤں گا

کہانی عشق و محبت کی ختم پر آئی
ہوا خیال بچھڑنے کی راہ گزر آئی
سرک گیا جو دوپٹا سفید بالوں سے
ترے جمال کی دوشیزگی نظر آئی

کام اچھے ملیں جو کرنے کو
کیوں کوئی کام واہیات کروں
مرغ کی ٹانگ بھی کباب بھی ہے
کھانا کھاؤں کہ تم سے بات کروں

لازمی ہے عقل انساں کے لئے
عقل کم ہو تو بگڑ جاتا ہے کھیل
آپ کو گر چاہیے روشن دماغ
سر میں اپنے ڈالئے مٹی کا تیل

مٹی کے تیل پر جو نظر کل مری پڑی
تھا کس قدر عجیب ملاوٹ کا تال میل
میں دیکھ کے ڈرم کو یہ سوچتا رہا
یہ اسپرٹ میں تیل ہے یا اسپرٹ کا تیل

مرجائے مولوی تو فقط ہو گی فاتحہ
لیڈر اگر مرے گا تو ہوگا مظاہرہ
حیرت کی بات یہ ہے کہ افسوس کے لئے
شاعر اگر مرے گا تو ہوگا مشاعرہ

یونہی رہی جو جنگ کا میداں اسمبلی
اک دن ضرور آئے گا ایسا جناب من
جب ٹیلی ویژن آپ کو دکھلائے گا کہ آج
لیڈر اسمبلی میں ہیں پہنے ہوئے کفن

ٹی وی پہ جنگ لیڈران وطن
دیکھ کر کہہ رہے تھے کتے چند
صورتاً یہ بھلے ہی انساں ہوں
فطرتاً ہیں ہمارے بھائی بند

اس سے بڑھ کر ایکتا کی اور ہوگی کیا مثال
کیسے کیسے لوگ اک دوجے میں یارو کھو گئے
بھا گئی ہے ایک پنڈت جی کو تو وینا ملک
ایک مولانا کرینا جی پہ لٹو ہو گئے

ہم مٹا دیں گے غریبی اس صدی کے ختم تک
اک منسٹر نے کیا اعلان یہ بھاشن میں آج
اس پلاننگ پر کوئی پوچھے وزیر محترم
کیا غریبی کا کریں گے ہومیو پیتھک علاج

ماہر بتا رہے تھے جو خود کو زبان کا
اس طرح راز اُن کی لیاقت کا ہے کھلا
میں نے کہا مذکر بلبل بتایئے
بولے لبوں پہ لا کے تبسم وہ بلبلا

دور اندیش ہیں رقیب اتنے
دور بینی کی انتہا کر دی
میں تھا بیمار اور یارو نے
احتیاطاً ہی فاتحہ کر دی

اگر مل گئی حور جنت میں مجھ کو
تو نخرہ بھی اس کا اُٹھانا پڑے گا
یہاں موت دیتی ہے انساں کو چھٹی
وہاں جانے کب تک نبھانا پڑے گا

بری خبر ہے کہ گم ہوگیا گدھا کوئی
اب اس خبر پہ کریں تعزیت کا کیا جلسہ
پولیس رپورٹ کہے جو کہے مگر آتشؔ
مرا خیال ہے دلّی چلا گیا ہے گدھا

سوچ کر لایا یہ اک لیڈر گدھا
اس کا اور میرا رہے گا نیک ساتھ
پر گدھا یہ کہہ کے چمپت ہو گیا
دو گدھے ممکن نہیں ہیں ایک ساتھ

اک گدھا بولا گدھے سے ایک دن
ہم گدھے ہیں کیوں؟ ہمیں ہے یہ ملال
سن کے یہ کہنے لگا ساتھی گدھا
بس گدھے ہی پوچھتے ہیں یہ سوال

گدھے کے ساتھ اک لیڈر کا فوٹو
ذرا دیکھو تو ! کیا بڑھیا چھپا ہے
یہ فوٹو دیکھ کر اک شخص بولا
نہ جانے کون سا ان میں گدھا ہے

میں نے کہا گدھے سے میاں کچھ پڑھو لکھو
بولا جناب ہو گئی بے عزتی تو پھر
بے عزتی بھی ٹھیک ہے لیکن جناب من
پڑھ لکھ کے بن گیا میں اگر آدمی تو پھر!

ہرگز نہیں قربانی کا اب فائدہ تجھ کو
باعث ہے فقط گھر کی پریشانی کا بکرا
قربانی کے بکرے کی نہیں اب کوئی قیمت
ہم میں سے ہر اک آج ہے قربانی کا بکرا

کبھی صورت نہ دیکھی ناری کی
لت نہیں پالی یاری واری کی
یا الٰہی ہر ایک انساں کو
زندگی دے اٹل بہاری کی

اب نہیں ہے شباب چلمن میں
اور نہ ہی رونقیں حجابوں میں
صاف چہرا دکھائی دیتا ہے
اب کہاں بجلیاں نقابوں میں

مرے آگے جو زینے آ رہے ہیں
چڑھائی کے قرینے آ رہے ہیں
شب وصل اور مری آنکھوں میں آنسو
نظر کو بھی پسینے آ رہے ہیں

چائے کا یوں تو کوئی مذہب نہیں
رنگ پر اس میں سیاست کا بھرو
وہ جو تلسی ڈال کر ہندو کرے
تم کھجوریں ڈال کر مسلم کرو

قاتل تو قتل کر کے کبھی کا نکل گیا
کرتی رہے اب اس کی پولیس عمر بھر تلاش
آیا بیاں یہ جانچ کے بعد اب پولیس کا
بکسے میں جا کے لیٹ گئی اپنے آپ لاش

کوئی بھی فصل کیسے وقت پر کٹتی بھلا آثم
کہ جب ہم تخم ہی ٹائم سے کوئی بو نہیں پائے
وہ کہتے ہیں کہ شب کو خواب میں آئیں گے ہم دیکھو
ہوئے ہم خوش کچھ اتنے رات ساری سو نہیں پائے

کس قدر انساں کی ہے مٹی پلید
پھر بھی آتشم ٹک رہا ہے آدمی
آدمی کے بھاؤ میں بکتا ہے بھُس
بھُس کے بھاؤ بک رہا ہے آدمی

پیر تیرے اکھاڑ سکتا ہوں
تجھ کو اب بھی پچھاڑ سکتا ہوں
لاکھ کمزور ہوں مگر سن لے
تیرا حلیہ بگاڑ سکتا ہوں

چاند پر پہنچا کوئی جھانکا کوئی مریخ میں
سیر کر آیا ہے کوئی چین کی دیوار پر
ہم تو کاہل ہیں مگر اس دوڑ میں پیچھے نہیں
لفٹ ہو تو ہم بھی چڑھ جائیں قطب مینار پر

تیرے کوچے کی مکھیاں بھی مرا
کس قدر احترام کرتی ہیں
جب بھی آتی ہیں میرے منہ کے قریب
بھنبھنا کر سلام کرتی ہیں

جب سے دیکھا ہے کام مکھی کا
دل سے ہے احترام مکھی کا
ناک پر بیٹھی کیا اوبامہ کے
بن گیا ہوں غلام مکھی کا

صحیح مصرع نہیں ہے کوئی اس کا
غزل شائد وہ الٹی پڑھ رہا ہے
عجب ہے صحت لفظی کہ ظالم
لکھا کِشتی تھا کُشتی پڑھ رہا ہے

سفر کے لئے لازمی ہے ٹکٹ بھی
نہ ہوگا ٹکٹ تو رہو گے تم اٹکے
مسافر مگر جادۂ آخرت کے
چلے جا رہے ہیں سبھی بے ٹکٹ کے

کھڑے ڈنر پہ بلوایا گیا ہوں
پلیٹیں دے کے بہلایا گیا ہوں
نہ آیا دیر تک کچھ ہاتھ میرے
میں ڈونگوں تک بہت آیا گیا ہوں

فریب آج کھانے کو جی چاہتا ہے
یہ صدمہ اُٹھانے کو جی چاہتا ہے
کہا ایک بھینگے نے یہ آئینے سے
نگاہیں ملانے کو جی چاہتا ہے

جیوتش اب توتے پڑھائیں گے جناب
بات یہ کس طرح سے کی جائے ہضم
سب کے یہ سن کر کے توتے اُڑ گئے
اب پروفیسر بنیں گے توتا چشم

اس دور کے حسینوں سے امید یہ نہ تھی
جلوے چھپائے پھرتے ہیں عہد شباب میں
جھنجھلا کے ایک عاشق دل پھینک نے کہا
ماچس اگر ہو آگ لگا دوں نقاب میں

دل پہ اپنے چوٹ کھا کر رو دیئے
عاشقی میں جھنجھلا کر رو دیئے
لاٹھیوں سے عاشقوں نے جب دھُنا
آپ کے پہلو میں آکر رو دیئے

ہم عاشق صادق ہیں زمانے کو بتاتے
ہوتا جو زرو مال تو جی بھر کے لٹاتے
ممتاز اگر ہم پہ کوئی مر گئی ہوتی
چھوٹا ہی سہی تاج محل ہم بھی بناتے

ایک صاحب اپنے چھوٹے قد سے جو بیزار تھے
دل کی حالت ڈاکٹر سے رو کے بتلائی جناب
ڈاکٹر نے کیس سن کر ہو کے سنجیدہ کہا
قد بڑھانا ہے تو رکھ لو نام مہنگائی جناب

مرے سل فون کی ان گھنٹیوں سے
مری بیگم بہت گھبرا رہی ہیں
رسیو ان کو کروں یا نہ کروں میں
مگر "مس ، کال" ہیں کہ آ رہی ہیں

حدیثوں میں خبر آئی ہے جن کی
وہی آثم زمانے آ رہے ہیں
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
حفاظت کو زنانے آ رہے ہیں

پاؤں دابو لوگوں کی خدمت کرو
دب کے رہنا ہے تو افریقہ بنو
کامیابی کو سلیقہ چاہیے
ظلم کرنا ہو تو امریکہ بنو

پہنچا سیاہ فام اک اعلیٰ مقام پر
دن ہو رہا ہے جھوم کے قربان شام پر
گوروں نے شاعروں کو سنانے کے واسطے
کالی غزل کہی ہے اُبامہ کے نام پر

شب کی بیداری سے یہ عقدہ کھلا
سب سے مشکل کیا جہاں میں کار ہے
آدمی کو مارنا آساں ہے پر
کام مچھر مارنا دشوار ہے

جو راز خاص قدرت نے کیا ہے منکشف مجھ پر
اگر ہر ایرے غیرے پر ہوا ظاہر تو کیا ہوگا
تمہارے شعر دیمک نے جو چاٹے ٹھیک ہے لیکن
تمہارے گھر کی دیمک ہوگئی شاعر تو کیا ہوگا

جانور بھی جو ہندو مسلم ہے
کون اس سلسلے میں مجرم ہے
دودھ تو دودھ ہے مگر آثم
گائے ہندو ہے بھینس مسلم ہے

بیل کیا چیز ہے گدھا کیا ہے
بے وقوفی کی انتہا کیا ہے
عشق کرلو سمجھ میں آئے گا
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

ترے عاشق ترے جاں باز دیوانے کہاں جائیں
بتادے ہاتھ پاؤں اپنے تڑوانے کہاں جائیں
ترے دروازے کے کھمبے کی بتی گل ہے ہفتوں سے
''جنہیں جلنے کی حسرت ہے وہ پروانے کہاں جائیں

وہ ہو چکا ہے سگنل دیکھو وہ آرہی ہے
پنجاب سے چلی ہے بنگال جا رہی ہے
بے موت مرنے والو، جلدی سے آؤ بیٹھو
'' گاڑی بلا رہی ہے، سیٹی بجا رہی ہے''

مجھے اپنا تم بتاتے تو کچھ اور بات ہوتی
مجھے چائے گر پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی
مری میت پر تم آئے یہ عجیب حادثہ ہے
''مری زندگی میں آتے تو کچھ اور بات ہوتی''

میری بیوی نے بنا رکھی ہے فٹبال کی ٹیم
مجھ کو معلوم نہیں اس کی تمنا کیا ہے
بارہواں بچہ ہے گھر میں مرے آنے والا
'' زندگی اور بتا تیرا ارادہ کیا ہے''

پاؤں پھیلاتی ہے مصیبت جب
شعلۂ غم مکاں سے اُٹھتا ہے
میں تو بیڑی تلک نہیں پیتا
"یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے"

راشن کی ہے دوکان پر ہنگامہ بھیڑ بھاڑ
دل رو رہا ہے دائمی بیمار کی طرح
مٹی کا تیل لینے کو ڈبہ لئے جناب
"ہم بھی کھڑے ہوئے ہیں گنہگار کی طرح

نفرت کی آندھیوں نے قیامت مچائی ہے
انجام ہے برا مرے دل کے چراغ کا
سڑکوں پہ جب پٹا تو لگا مجھ کو واقعی
''کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا''

داستانِ عشق میں نے جب کہی سسرال میں
میرے سالے گالیاں بے انتہا دینے لگے
ساس نے ڈنڈا اُٹھایا اور سسر نے چپلیں
''جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے''

انجام ہوگا کیا ہمیں اس کی خبر نہیں
بے سوچے سمجھے ہم رہ الفت پہ چل پڑے
اظہار عشق میں ہمیں رکھنا ہے یہ خیال
''منہ سے کہیں زبان نہ باہر نکل پڑے''

نہ دشت کے لئے تو ہے نہ ہے مکاں کے لئے
نہ بیوی بہن کی خاطر نہ اپنی ماں کے لئے
سکون چھینا ہے تیرا حسین چہروں نے
''نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے''

دس بج چکے ہیں اور وہ بستر پہ ہے سوار
سہلا رہا ہوں اپنی کریمأ کے سر کو میں
بچوں کو ناشتے کی ضرورت ہے اور میں
''حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں''

کس طرح جھیل پاؤں گا اُن کی نظر کو میں
اُمید کم ہے دیکھوں گا نور سحر کو میں
بیوی بھی کنگ کانگ ہے سالے بھی پہلوان
'' گھبرا رہا ہوں دیکھ کے دیوار و در کو میں''

جب ہٹائی اس نے چہرے سے نقاب
آرزوؤں کے گھروندے ڈھ گئے
میں تو چالس کا ہوں اور پچپن کی وہ
''دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے''

در سے ٹھکرا دیا مجھ کو تو مرا جاگا نصیب
دیر سے مجھ کو خیال دل ناشاد آیا
میری بھی شادی ہوئی ہے مرے بچے ہیں کئی
'' آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا''

پوچھا جو ایک نیتا سے ہارے ہیں کیوں جناب
بولے وہ خود ہی سوچ لو ٹھنڈے دماغ سے
پھر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور یوں کہا
''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

کیا کیا نہ کیا جیت کی خاطر یہاں ہم نے
چوکھٹ کو ہر اک شخص کی ہم چوم کے نکلے
جب ہارے الیکشن تو یہ کہنے لگے ووٹر
'' عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

وہ الیکشن ہار کر کہنے لگے
تھے بہت چرچے ہمارے نام کے
وہ تو پبلک نے ہمیں ٹھکرا دیا
''ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے''

مار پڑتی رہی، پڑتی رہی، پڑتی ہی رہی
جب تلک ان کی نگاہوں کا اشارہ نہ ہوا
تھے ہمارے جو سبھی ہو گئے ان کے لیکن
''اس بھری دنیا میں کوئی بھی ہمارا نہ ہوا''

بکھرے بکھرے ہیں خیالات قریب آجاؤ
دل ہے مصروف خرافات قریب آجاؤ
ہاتھ سے رکھ کے موبائل ذرا باہر نکلو
"دور رہ کر نہ کرو بات قریب آجاؤ"

وہ ہوئی مری پٹائی مجھے یاد آئی نانی
مرے حق میں ذوق الفت بنا موت کا بہانہ
مرے دوستوں نے کردی مرے باپ سے شکایت
"ملی خاک میں محبت جلا دل کا آشیانہ"

مجنوں کبھی تو مجنوں کا باوا بنا دیا
فرہاد کردیا کبھی ، رانجھا بنا دیا
کتّے کی طرح کوچے میں دوڑے ہزار بار
''ہم کو تمہارے عشق نے کیا کیا بنا دیا''

محبت اب جتانا چاہتا ہوں
میں شور و غل مچانا چاہتا ہوں
تری چوکھٹ پہ اپنا پھوڑ کے سر
تجھے اندر کرانا چاہتا ہوں

گھر میں نہیں ہے دال تو ہم کیا جواب دیں
بیوی کو ہو ملال تو ہم کیا جواب دیں
مہنگائی کے طفیل جھکی ہے کمر ،جناب
''دنیا کرے سوال تو ہم کیا جواب دیں''

تجربہ ہے مرا جب عشق میں آفت آئے
کوتوالی تو چلا جا کبھی تھانے پہ نہ جا
جب پولس نے مجھے پیٹا تو کہا یہ میں
''دل کی آواز بھی سُن میرے فسانے پہ نہ جا''
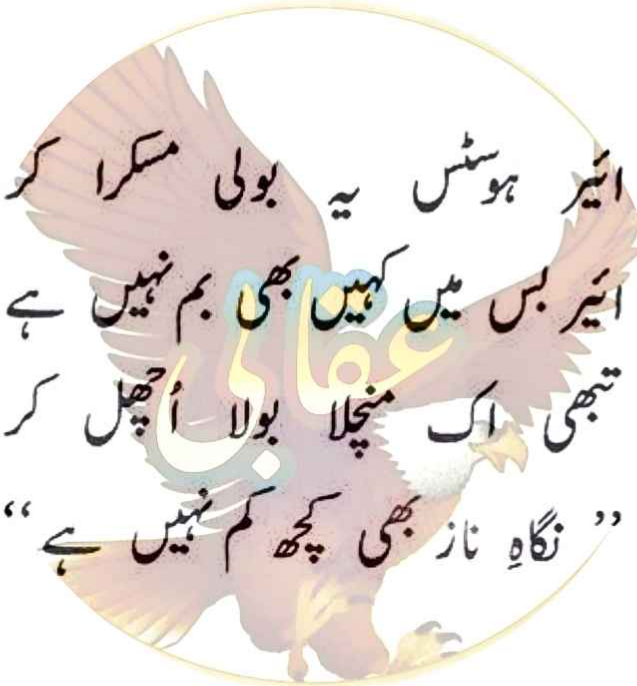
جو کام مجھے بھاتا ہے کرتا ہوں وہی کام
کچھ کام نہیں مجھ کو اگر اور مگر سے
جب کوئی کلر مجھ کو میسر نہیں ہوتا
"تصویر بناتا ہوں تری خون جگر سے"

ایک مدت سے تھی سوکھی ہوئی بنجر دھرتی
بعد مدت کے یہ رحمت کی پھوار آئی ہے
ہوگئے تین بڑھاپے میں اچانک بچے
"کیسی ویرانے میں چپکے سے بہار آئی ہے"

ہوگیا ستر برس کی عمر میں بچہ تو کیا
آپ اس حرکت پہ اپنی ہوں نہ حضرت شرمسار
میں تو یہ کہتا ہوں قبلہ ہے یہ قصہ مختصر
''پیڑ جس موسم میں پھل دے دے وہی فصلِ بہار''

ہکلا گیا جو شادی میں دولہا تو کیا ہوا
زیادہ خوشی میں سانس اٹکتی ضرور ہے
خوش ہو رہا تھا دولہا تو قاضی نے یوں کہا
''بجھنے سے پہلے شمع بھڑکتی ضرور ہے''

وہ یقیناً اِدھر سے گزرے ہیں
یہ جو تازہ ہوا چلی ہے ابھی
کیا عجب ہارٹ فیل ہو آثم
''دل میں اک لہر سی اُٹھی ہے ابھی''

ائیر ہوسٹس یہ بولی مسکرا کر
ائیر بس میں کہیں بھی بم نہیں ہے
تبھی اک منچلا بولا اُچھل کر
'' نگاہِ ناز بھی کچھ کم نہیں ہے''

لے کے رشوت باپ نے دنیا بدل ڈالی مری
اے مرے ابا خدا تجھ پر مہربانی کرے
قادر مطلق تری تربت کو سلگاتا رہے
'' آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ''

برداشت نہ کرتے تھے جو کبھی اب وہ بھی گوارا کرتے ہیں
حالات نے ایسا رخ بدلا سڑکوں پہ گزارا کرتے ہیں
اک پاکٹ مار لگا کہنے یہ جیب کتر کے کل مجھ سے
''جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے، تب بوجھ اتارا کرتے ہیں''

اس کو تو اُٹھاتا ہے فقط اس کا ترنم
ہر اک اسے کہتا ہے مکرر بہت اچھے
آواز کے جادو نے چلا رکھا ہے ورنہ
''ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے''

بنا چشمے کے دیکھا تو لگا یوں
کہ بڑھ جاتی ہیں کیسے آنجم دوریاں
سامنے ہیں اور وہ دکھتے نہیں
''ہائے رے انسان کی مجبوریاں''

عشق کرلے جو اس زمانے میں
اُس پہ نازل عذاب ہوتا ہے
ایسے دیکھو نہ مجھ کو شرما کر
میرا روزہ خراب ہوتا ہے

جو ہونا ہے برباد آباد ہو جا
کبھی رومیو ، قیس و فرہاد ہو جا
اگر اس پہ بھی ہو نہ اُن کی تسلی
''جو اُن کی تمنا ہے برباد ہو جا''

عشق کی راہ میں کتنے بھی مظالم آئیں
زندگی سے نہ کہیں آپ خفا ہو جانا
میں پٹا کوچہء جاناں میں تو بولے سب لوگ
"درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا"

آگیا ہوں پولیس کے گھیرے میں
عشق کرنا بھی کیا قیامت ہے
تھانے پہنچا تو بولا تھانیدار
"آیئے آپ کی ضرورت ہے"

کہلایا تھا رقیب سے ہم نے اسے یہ کل
آجا کہ اور موقع نہیں انتظار کا
اس نے دیا جواب ذرا رکئے میں ابھی
" افسانہ لکھ رہی ہوں دل بیقرار کا "

قیامت کا بلانا کیا قیامت آہی جاتی ہے
حسینوں کی اداؤں میں شرارت آہی جاتی ہے
غرور و ناز سے وہ بات کرتے ہیں تو کیا شکوہ
"خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے"

کیوں نہیں سوجھتا کچھ بھی تمہیں عورت کے سوا
ذائقے اور بھی ہیں عشق کی لذت کے سوا
فلم بینی کرو اشعار پڑھو ڈانس کرو
''اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا''

جو آپ پر فدا ہیں وہ میرے رقیب ہیں
حیرت یہ ہے کہ آپ اُنہیں کے قریب ہیں
بوسہ دیا ہے سامنے میرے رقیب کو
واللہ آپ کتنے عجیب و غریب ہیں

داستاں کیسے سناؤں تمہیں ہرجائی کی
میری محبوبہ بنی جان مرے بھائی کی
ایک ہوٹل میں نظر آئے ہیں دونوں کل شب
''بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی''

قیامت ٹوٹنے والی ہے مردود ولعینوں پر
مرے دشمن جو تھے وہ سب صفِ اغیار میں آئے
عنایت کی نظر مجھ پر کریں یا کھال کھنچوالیں
''سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے''

یاران فتنہ ساز نے کیں کوششیں تمام
لیکن نہ دل سے عشق کا جذبہ مٹا سکے
دل میں لگی ہے جو مرے تیری نگاہ سے
"یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے"

جب کوئی مرے سامنے آجائے ہے چھم سے
پڑھتا ہوں محبت کی کتاب اور زیادہ
بے چین ہوں میں پیاس بجھانے کے لئے کاش
"چھلکے تری آنکھوں سے شراب اور زیادہ"

میں نازنیں سمجھ کے پکڑ لایا گھر جسے
اک ایک بال ڈوبا تھا اُس کا خضاب میں
بعد از نکاح ہم پہ حقیقت یہ جب کھلی
''ہم نے کیا شباب کا ماتم شباب میں''

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
چین اپنا بے سبب کھوتا ہے کیا
ہاتھ میں ڈنڈا لئے آتی ہے وہ
'' آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ''

زندہ رہنا ہے مجھے ان کو خبر ہونے تک
چھاؤں کی دل کو ہے امید شجر ہونے تک
تن پہ کپڑا نہیں باقی ہے تو ننگے ہی سہی
''شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک''

جب تک نہ ہوگا کوئی اشارہ سر محفل
ہرگز نہ ہم افسانۂ حالات کہیں گے
اک بار گلے ہم کو ذرا بڑھ کے لگا لو
''تم دن کو اگر رات کہو رات کہیں گے''

بنانا چاہتا ہوں میں تمہیں شریک حیات
میں کون ہوں مرا مقصد ہے کیا یہ جان تو لو
جو تم کہو تو لگا دوں میں آگ دنیا کو
" تم ایک بار محبت کا امتحان تو لو "

مرے اللہ اے مرے محافظ
بچا لینا مجھے دست قضا سے
اٹھائے سینڈل وہ آ رہی ہے
" خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے "

لاکھ ٹوٹیں مجھ پہ دنیا کے ستم
اشک آنکھوں سے میں برساتا نہیں
تم پلاؤ اپنی آنکھوں سے مجھے
''کوئی ساغر دل کو بہلا سکتا نہیں''

پلنگ پر جسم کی بکھری ہیں قاشیں
پولیس والے بھلا کیوں حل تلاشیں
عجب دعویٰ ہے یہ دعویٰ پولیس کا
''خود اپنا قتل کرلیتی ہیں لاشیں''

ہر کوئی لکھوا کے لایا ہے مقدر ایک سا
حال جو غالبؔ کا تھا، تھا اس سے بدتر میرؔ کا
ہر گھڑی یہ سوچتا رہتا ہوں آثمؔ اس لئے
کیوں ربڑ سے مٹ نہیں سکتا لکھا تقدیر کا

ہلکا ہلکا سا ہے اندھیرا سا
دیکھنا شام ہو گئی شاید
ہل کے دیتی نہیں ہے آگے کو
"موج گل جام ہو گئی شاید"

ہے وحشت ناک اتنی داستاں جانِ جہاں میری
سنی جس نے دبالیں اس نے منہ میں انگلیاں میری
اب ہوگی اس سے بڑھ کراور کیا معراج وحشت کی
''فرشتے لکھتے لکھتے چھوڑ بھاگے داستاں میری''

بھوک میں دیکھا کئے جن و بشر کی صورت
کھانا کھانے میں نہیں کوئی ہنر کی صورت
کوئی بھولے سے جو دعوت میں بلا لیتا ہے
تب نظر آتی ہے اک لقمہء تر کی صورت

نہ وہ رہ پائیں گے زندہ ، نہ وہ رہ پائیں گے مردہ
میں ان کو گردش ایام ایسا کر کے چھوڑوں گا
بلا سے میں فنا کے گھاٹ اُتر جاؤں مگر آتم
یہ دل میں ٹھان لی ہے اُن کو بیوہ کر کے چھوڑوں گا

دیا نیند نے ایسا آنکھوں کو دھوکا
کہ کشتی لگی دور جا بہتے بہتے
وہ بیٹھے رہے رات بھر آنکھ کھولے
" ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے "

زندگی بھر شکل بھی دیکھی نہیں بیمار کی
بعد مردن دیکھنے کو چارہ گر آیا تو کیا
ڈاکیہ خط لے کے آیا ہائے رے میرا نصیب
"جان تو آئی نہیں یہ جانور آیا تو کیا"

ہے وٹامن کی کمی عاشق میں تیرے اس قدر
اس کو کچھ دکھتا نہیں تیرے نظر آنے کے بعد
کھاتا ہے دو کیپسول اور وہ بھی اس ترتیب سے
"اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد"

پگڑی کی رسم کا جو ہوا ہے یہ اہتمام
آثار بالیقیں یہ کسی ولولے کے ہیں
جس سلسلے کو آگے بڑھایا ہے آپ نے
"ہم لوگ بھی فقیر اُسی سلسلے کے ہیں"

ہر کوئی کوئے یار میں ہے غم [illegible]ئے ہوئے
پسٹل لئے ہوئے ہے کوئی بم لئے ہوئے
میں جب بھی ملنا چاہتا ہوں تجھ سے جانِ جاں
دربان دوڑ پڑتا ہے بلم لئے ہوئے

تھا کون جو بن کر وہاں گلفام نہ آیا
کوچے میں ترے عشق کو آرام نہ آیا
وہ آج بھی چھت پر جو سرِ شام نہ آیا
دیدار کا ارمان کوئی کام نہ آیا
عاشق نہ کہیں کھینچ لیں سب ٹانگ پکڑ کر
اس واسطے معشوق لب بام نہ آیا

ہر دعا ہوگئی مری پوری
ہر دعا پر مری اثر آیا
کی تمنا جو ہیرے موتی کی
اس تمنا پہ یوں ثمر آیا
ہیرے موتی ملے نہ البتہ
آنکھ میں موتیا اتر آیا

کہا یہ ہار کے بیٹے سے باپ نے آثم
شکستہ فاش ملی مجھ کو تو نہ صدمہ کر
تو جشن خوب منا اپنی کامیابی کا
جو کر سکے مری خاطر تو صرف اتنا کر
شعور ہو تو مری ذلتوں کو سجدہ کر
ترے وقار کی بنیاد بن گیا ہوں میں

تم بلاتے ہو بد نصیبوں کو
سرجنوں کو کبھی طبیبوں کو
کچھ عجیبوں کو کچھ غریبوں کو
"جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشہ ہوا گلہ نہ ہوا"

کوئی کہتا ہے کیا نئی شئے ہے
کوئی کہتا ہے واقعی شئے ہے
کوئی کہتا یہ کوئی شئے ہے
اچھی صورت بھی کیا بری شئے ہے
جس نے ڈالی بری نظر ڈالی

جو تلخ ذائقے تھے سبھی قند ہو گئے
پیدا جو خیر سے کئی فرزند ہو گئے
رستے سبھی فرار کے پھر بند ہو گئے
کچھ ایسے مسئلے جو کھڑے چند ہو گئے
گھر پر کبھی جو بیٹھ گئے ہم نماز میں
بچے اچھل پڑے ہیں جبین نیاز میں

دعوتوں نے روز کی ایسا کیا معدہ خراب
حال سے بے حال ہوں اس حال کے ہاتھوں جناب
اُٹھ رہے ہیں پیٹ میں طوفان میرے بے حساب
صورت نعمت جو تھی رحمت بنی ہے بے حساب
اپنے معدے میں میاں راشن کا میں کوٹا لئے
سوئے صحرا جا رہا ہوں ہاتھ میں لوٹا لئے

جہاں میں چار سو جو مائل جلوہ نمائی ہیں
اُنہیں کے دم سے ظاہر تیرے انداز خدائی ہیں
حسینوں کو جو دیکھا دل کی باتیں لب پہ آتی ہیں
"الٰہی کیسی کیسی صورتیں تو نے بنائی ہیں
کہ ہر صورت کلیجے سے لگا لینے کے قابل ہے"

آتا ہے کہاں کوئی بڑے لوگوں پہ الزام
خود حوریں پلاتی ہیں جنہیں بادۂ گلفام
کہلائے گی خوبی یہ کریں گے جو برا کام
''ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا''

تو سن وہ بات اے اگزامنر جو ہے مرے دل میں
اگر میں فیل ہو جاؤں گا تو ماروں گا سر سل میں
یہ اسٹوڈنٹ اک بولا مرے سے آ کے مشکل میں
یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

یہ عنایت مرے خدا نے کی
چوری چادر گئی بچھانے کی
اب جگہ تک نہیں بٹھانے کی
"ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا"

بے حد قریب آپ کے سمجھا گیا ہوں میں
پھر کیوں یہ انجمن سے اُٹھایا گیا ہوں میں
منشا ہے کیا جناب کا وہ پا گیا ہوں میں
"محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں
شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ"

ہیں مہمان ہم عزت، بڑھایئے ہر دم
ہمارے سامنے مت دال لایئے ہر دم
ہمیں تو مرغ مسلم کھلایئے ہر دم
" خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو"

ہم بھی اظہار خیالات کا رکھتے ہیں حق
کیا سمجھتے ہیں فرشتے ہمیں بالکل احمق
ہم کو بتلا یہ ذرا کیوں میرے قادر مطلق
" پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا "

میں لا کے ردی پُرانے رسائل و اخبار
اڑا رہا ہوں انہیں سے میں نو بہ نو اشعار
خدا کی دین ہے مجھ کو یہ دولت اغیار
"لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو"

یہ تارا جو نکلا ہے دمدار مجھ پر
اسی کے سبب ہے یہ پھٹکار مجھ پر
جمائیں نہ یوں رعب سرکار مجھ پر
"نہ خنجر چلے گا نہ تلوار مجھ پر
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں"

بولے بُش کچھ ہے نہ بس میں ان دنوں
لطف ہے نہ مے چرس میں ان دنوں
افرا تفری ہے نفس میں ان دنوں
" جی نہیں لگتا قفس میں ان دنوں
آشیاں اپنا ہوا برباد کیا "

لگتا ہے اپنا وقت بھی اب آ چلا قریب،
دھڑکا ہے صبح و شام لگا موت کا عجیب
نفرت سے دیکھتے ہیں ہمیں آج کل طبیب
دکھلا رہا ہے حادثے کیا کیا ہمیں نصیب
آندھی میں رات نیکر و بنیان تو گیا
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

منجمد خوں ہے رگوں میں ارے توبہ سردی
ٹھنڈ نے اب کے بپا شکل قیامت کر دی
ایسے ماحول میں شادی کی حماقت توبہ
پوری بارات لحافوں کی ہے اوڑھے وردی
جم گیا ہر کوئی بارات میں آنے والا
برف سے کھود کے بہنوئی کو لایا سالا

اب موت زندگی میں ہوا ختم میل جول
جینے کی آرزو میں ہے مرنا بھی گول مول
وہ گرمی ہے کہ جس نے بجایا ہے سب کا ڈھول
سڑکوں سے بہہ کے آ گیا نالی میں تارکول
گرمی کا ہے یہ حال کہ نقشے بدل گئے
مرغی بغیر انڈوں سے بچے نکل گئے

وہ جو نفرت کا کرتے ہیں اظہار
ہو نہ ہو ہے یہ قدرتی پھٹکار
جھیلنی پڑ گئی ہے نہ حق مار
" ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے "

آثم جب اُن کے باپ کے نزدیک جائیو
پہلے ادب سے سامنے سر کو جھکائیو
پھر رنگ [illegible] یہ کہہ کر جمائیو
" تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں "

سنتے ہیں کہ گلشن میں ہوئی اپنے واردات
اور کر رہی ہے اپنی پولیس اس کی تحقیقات
مجھ سے کوئی پوچھے تو بتاؤں پتے کی بات
''ہے غارت چمن میں یقیناً کسی کا ہاتھ
شاخوں پہ انگلیوں کے نشاں دیکھتا ہوں میں''

ماتم کو اقرباء بھی یہاں آ چکے ہیں سب
ساماں ہم اپنی موت کا منگوا چکے ہیں سب
آنا تھا جن کو اُن کے سوا آ چکے ہیں سب
''ہوش و ہواس تاب و تواں جا چکے ہیں سب
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا''

قیس سے پوچھا از راہ ظرافت اک بار
کیوں برستی ہے ترے رخ پہ یہ اتنی پھٹکار
ہم سے یوں کہنے لگا وہ رخ لیلیٰ کا نثار
"کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں"

ذہن میں ہیں جو خرافات کسے پیش کروں
یہ بتا دے تو ہی بد ذات کسے پیش کروں
مجھ سے جو ملتا ہے ملتا ہے شریفوں کی طرح
لات گھونسوں کی میں سوغات کسے پیش کروں

وہی تو کہتا ہوں میں بھی آتم جو بات کہتی رہی ہے دنیا
سنو اسی کو دوبارہ مجھ سے اگرچہ پہلے سنی ہوئی ہے
بڑھی ہے کچھ اس قدر گرانی، کہ گھر سے غائب ہے دانہ پانی
مگر یہ رشوت کی برکتیں ہیں جو بات اب تک بنی ہوئی ہے

عشق میں ہر موڑ پر ہوتا ہے آتم امتحاں
موت کا ، پٹنے کا ، عاشق پھر بھلا کیوں غم کرے
ایک عاشق کہہ کے یہ کودا سڑک کے سامنے
موت ایسی ہو کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

ہمیشہ تم نے دوڑائے ہیں مجھ پر پالتو کتّے
مگر تم یہ اچانک مجھ پہ اتنے مہرباں کیوں ہو
اچانک اس محبت پر تمہاری دل یہ کہہ اُٹھا
''ہوئے تم دوست جس کے اُس کا دشمن آسماں کیوں ہو

ساس سے ہم نے کہا یہ ایک دن
نیچا سائنس کو دکھایا آپ نے
بولیں وہ کیسے ، تو ہم نے یوں کہا
ایک ایٹم بم بنایا آپ نے

کچھ کبوتر کی غٹرغوں دیکھئے
اور کچھ چوزوں کی چوں چوں دیکھئے
اُن کا گھر ہے یا ہے چڑیا گھر کوئی
ہے کہیں ککڑوں کہیں کوں دیکھئے

کتنے جھیلا ہوں میں غمِ دنیا
پاس میرے کوئی حساب نہیں
کونسا غم ہے جو نہیں ٹوٹا
اے مقدر ترا جواب نہیں

ابھی نادان ہو تم ہے کہاں اتنی سمجھ تم میں
محبت کیوں ہے رسوائے زمانہ تم نہ سمجھو گے
یہاں پل پل میں الجھن ہے یہاں پگ پگ پہ پھسلن ہے
بڑی سازش ہے اس میں یہ فسانہ تم نہ سمجھو گے

جگر بن جائیں ہیں میرا، کبھی بن جائیں دل نظریں
کبھی رو رو کے ہو جاتی ہیں یہ پتھر کی سل نظریں
نہ جانے کیوں جمی سب کی ہیں مجھ پر مستقل نظریں
"یہ میرا غم کا مارا دل، یہ میری مضمحل نظریں
کہاں ہے ان غریبوں کا ٹھکانہ تم نہ سمجھو گے"

ہم پہ دو طرفہ ہوا ہے یہ محبت کا ستم
جی میں آتا ہے کہ سر پھوڑ لیں پتھر سے ہم
کشمکش ایسی ہے جائیں کہاں ہم تیری قسم
''ہے ادھر جنّت واعظ تو ادھر کوئے صنم
دیکھنا یہ ہے کہ ہم آج کدھر جاتے ہیں''

کچھ بھی سمجھ میں آتا نہیں ہے ہمارے اب
اس درجہ بدگماں ہیں خلوص بشر سے ہم
پہنچے ہیں بدگمانی کے ہم اس مقام پر
اپنوں کو دیکھتے ہیں پرائی نظر سے ہم

اُن سے ملنے کا ہمارا آسکا نمبر نہ اور
دھیرے دھیرے دوستو پھر شب جواں ہونے لگی
رات بھر اونگھا کئے ہم اُن کے در پر بیٹھ کر
نیند جب آئی تو مسجد میں اذاں ہونے لگی

پہلے دیکھا بہت دوا کر کے
بعد اس کے بہت دعا کر کے
بعد مدت کے آج بیٹھا ہوں
قبض ٹوٹا خدا خدا کر کے

کیوں مجھے لگتا ہے اب یہ دوستو
میرے انکل میرے انکل ہی نہ ہوں
وہ بھی یوں بورائے سے پھرتے ہیں آج
جیسے موبائل میں سگنل ہی نہ ہوں

ہائے وہ عاشق نامراد
جس کا اک اک سہارا گیا
وصل کے بعد ہے جیل میں
زندگی دے کے مارا گیا

ارادہ مجھ سے ملنے کا کرو گر
میں اپنا بند کاروبار کر دوں
فرائی ڈے سٹر ڈے یا ہو منڈے
کوئی دن ہو اُسے اتوار کردوں

بد دعا دے رہے ہیں سب اس کو
پھر بھی اس کا برا نہیں ہوتا
میں حکومت کو کوستا ہوں بہت
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ہاتھ میں کیوں لگایا انجکشن
درد تو میرے دل کے اندر ہے
ناک میں تونے ڈال دی نلکی
ڈاکٹر ہے کہ تو پلمبر ہے

پانچ بہنوں کی کرنی ہے شادی
اس لئے دل میں بیقراری ہے
فصل تو بو گئے تھے ابا جان
کاٹنا میری ذمہ داری ہے

مسلسل ظلم فرما کر کے اس نے
ہمارے ذہن کو شل کر دیا ہے
سنا کر پہلے عاشق کی کہانی
ہمیں تو اس نے پاگل کر دیا ہے

جوانی جا رہی ہے جانِ جاناں
گلابی پھول جوڑے میں سجا لے
ابھی دوچار ہو سکتے ہیں بچے
وکٹ گرنے سے پہلے رن بنا لے

کاش کوئی پوچھتا ان کا بھی حال
سینے پہ پتھر جو رکھے رہ گئے
نوجواں جن کی نہیں شادی ہوئی
ہائے وہ ساغر جو رکھے رہ گئے

کبھی موڈ میں جب بھی آتی ہیں بیگم
سلیقے سے مرغا بناتی ہیں بیگم
اگر ہاتھ میں ان کے ہوتی ہے کھجلی
تو ڈنڈے سے سر پر کھجاتی ہیں آنکھیں

کھانا وہ میّتوں میں بہت کھا رہے ہیں جو
بعد از ڈنر کے دوستوں پچھتا رہے ہیں جو
لٹکا کے منہ خلا سے چلے آ رہے ہیں جو
''مردہ دلی کے ساتھ جیئے جا رہے ہیں جو
مرجانا اُن کا اچھا ہے زندہ دلی کے ساتھ''

تمام رات پریشان کر کے سوئے ہیں
غریب چور کا نقصان کر کے سوئے ہیں
بھگا کے اس کو یہ سنسان کر کے سوئے ہیں
''سگانِ شہر یہ اعلان کر کے سوئے ہیں
ہمیں جگایا تو نیندیں حرام کر دیں گے''

حکومت کو بہت ہے فکر آبادی کے بڑھنے کی
میں بتلاؤں رکے گا کیسے افزائش کا یہ سیلاب
کرادو بعد پیدائش کے ہر بچے کی نسبندی
تو خود رک جائے گا بچوں کی پیدائش کا یہ سیلاب

یہ پوری کائنات مکمل غزل ہے اک
سب وزن میں ہیں جتنے نمونے ازل کے ہیں
انسان جتنے ہیں یہ زمانے میں اے خدا
لگتا ہے مجھ کو مصرعے یہ تیری غزل کے ہیں

کوئی بھی کام ہوتا ہی نہیں آسان دنیا میں
بڑی دشواری سے دیوار میں ہوتا ہے در پیدا
یہ احمق بھی اسی مشکل سے پیدا ہوتا ہے جیسے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جہاں میں دیدہ ور پیدا

دل میں باقی ہے یہ ابھی حسرت
شعر کہنا ہے واقعی حسرت
شعر تو یوں کہے کئی حسرت
" شعر در اصل ہے وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائے "

ایک لیڈر نے یہ کہا مجھ سے
آج ہم پی کے بے حساب آئے
اک دفعہ بیٹھنے دو کرسی پہ
''اس کے بعد آئے تو عذاب آئے''

وہ چاہتے ہیں کوئی بھی تو کوئی بھی سہی
ان کی خوشی یہ ہی ہے تو اچھا یہی سہی
ہر بات ان کی مان لی جب آج سے تو پھر
اُلفت کا نام آج سے دیوانگی سہی

اُنہیں ہر طرح سجایا ، انہیں ہر طرح سنوارا
مرے شوق دلبری نے ، اُنہیں ہر طرح پکارا
میں لکھا کئے تھا خط میں ہے یہ جاں بہ لب تمہارا
مری عرضِ شوق پڑھ لیں یہ کہاں اُنہیں گوارا
وہیں چاک کر دیا خط جہاں میرا نام آیا

لڑا زندگی سے بہت مگر ، ملا زندگی کا نہ فلسفہ
ہوا ساتھ میرے جو دوستو، وہ دعا تھی جانے کہ بددعا
میں لٹا تو مجھ پہ عیاں ہوا، کہ ہے اصل میں یہ معاملہ
غم عاشقی سے بھی سخت ہے غم زندگی کا مقابلہ
جو شکست کھائی تو رو پڑا میں لپٹ کے فصلِ بہار سے

کچھ تو طوفاں میں کچھ غبار میں ہے
وقت پھر میرے انتظار میں ہے
ایسا برباد ہوں ! کہ میرے لئے
نہ خزاں میں نہ کچھ بہار میں ہے

محبت کر رہا ہوں ان کی ماں سے
بہار آئی ہے ملنے کو خزاں سے
قیامت آنے والی ہے یقیناً
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

اک نظر سے دوسری جس دم لڑی
کھاٹ عاشق کی ہوئی فوراً کھڑی
چلتے چلتے رک گئی دل کی گھڑی
"حسن کی ترچھی نظر جس دم پڑی
دل کی دنیا درہم و برہم ہوئی"

وہ بات کیا تھی اور وہ کس کا دیار تھا
شمع مزار تھی نہ کوئی سوگوار تھا
ویرانے میں اکیلے میں زار و قطار کل
تم جس پہ رو رہے تھے وہ کس کا مزار تھا

موت سے ملنے گلے دیکھ تو عاشق ترے
بن سنور کر ہوئے تیار ترے کوچے میں
دیکھ کر موت کا منظر یہ عجب ہم آثم
بن گئے صورت دیوار ترے کوچے میں

کچھ تو ہُما کے واسطے کچھ بوم کے لئے
ظالم کے واسطے کبھی مظلوم کے لئے
روتا ہوں رات دن اسی معصوم کے لئے
"تڑپوں گا عمر بھر دلِ مرحوم کے لئے
کمبخت نامراد لڑکپن کا یار ہے"

میں اک مزار پر جو گیا دیکھتا ہوں کیا
کی چاہنے والوں نے ہے چاہت کی کتنی حد
تربت پہ چڑھ کے پیر کی بولا یہ اک مرید
میں ہوں تمہارا تم ہو مرے شیخ المدد

نظروں کو اب جو کوئی بھی جچتا نہیں جگرؔ
لگتا ہے ہم نے چشمہ ہی پہنا نہیں جگرؔ
بازار حسن میں کوئی جمتا نہیں جگرؔ
" کوئی حسیں حسین ٹھہرتا نہیں جگرؔ
باز آئے اس بلندی ذوق نظر سے ہم

عاشقوں کی تو ہے بھرمار ترے کوچے میں
روز ہے گرمئ بازار ترے کوچے میں
آ ذرا دیکھ تو نیچے تو اتر کر ظالم
''جمع ہیں تیرے خریدار ترے کوچے میں''

ایک شمشیر سامنے رکھ کر
ایک زنجیر سامنے رکھ کر
دل کا اک تیر سامنے رکھ کر
'' ان کی تصویر سامنے رکھ کر
اپنا انجام سوچتا ہوں میں ''

سونے سے پہلے آ گیا کل اُن کا جب خیال
دو کروٹوں میں رات بسر ہو کے رہ گئی
لیتا میں اس سے پہلے کہ اک تیسری کروٹ
اس رات ایک پل میں سحر ہو کے رہ گئی

اک آدھ تو لایا ہے گرہ کٹ کوئی شاید
مجمع میں بٹھایا ہے گرہ کٹ کوئی شاید
یاں پر بھی سمایا ہے گرہ کٹ کوئی شاید
''محشر میں گھس آیا ہے گرہ کٹ کوئی شاید
یارب ہے مرا نامۂ اعمال ندارد''

دل میں ہزاروں قسم کے ارماں لئے ہوئے
جھولے میں اپنی موت کا ساماں لئے ہوئے
وہ گھر تو اپنے آئے ہیں لیکن جناب من
''سینے میں اپنی موت کا ساماں لئے ہوئے''

جانے کیا بات ہے جو آج آثم
ہر کوئی ان کے انتظار میں ہے
لڑنے مرنے پہ ہیں تلے عاشق
اک قیامت سی کوئے یار میں ہے

حیا ان کی ، ادا ان کی ، قضا میری عتاب ان کا
نہیں ہے گلشنِ ہستی میں کوئی بھی جواب ان کا
مگر پچھلے دنوں سے موڈ ہے بے حد خراب ان کا
'' اُنہیں پر بار ہوتا جا رہا ہے خود شباب ان کا
بس اب دو چار دن میں ہی قیامت آنے والی ہے''

کرتے ہیں ہر اک بات کو اس کروفر سے ہم
کہتے ہیں دل کی بات کو خود چارہ گر سے ہم
کیا پالسی ہے دیکھئے مسجد میں آج کل
'' کرتے ہیں بندگی بھی جہنم کے ڈر سے ہم''

اک بات ہم سے کہتا تھا یہ ایک آدمی
بے کار ہے وفا کے بنا دیکھ زندگی
مجنوں نے رازِ عشق یہ کھولا ابھی ابھی
''ہے شدتِ خلوص بھی اک جرمِ عاشقی
پروانہ جل کے شمع کو بدنام کر گیا''

اپنے کوچے میں کرائے کا مکاں دلوادو
تاکہ اک بار جو آؤں تو میں جا بھی نہ سکوں
پھر محبت سے بلا دیکھنا مجھ کو اک بار
''میں گیا وقت نہیں ہوں کہ آ بھی نہ سکوں''

خود غرض کتنا ہے ذرا دیکھو یہ آدمی
اپنے سے بڑھ کے سمجھے نہ ہرگز کسی کو بھی
اک بزم میں عجیب شرارت یہ میں نے کی
" اپنے سوا کسی کو بھی دادِ سخن نہ دی
انساں ہے جس کا نام بہت خود پسند ہے"

پاس جاؤ گے جو رندوں کے تو ہوگا معلوم
کفر کیا چیز ہے اسلام کسے کہتے ہیں
شیخ کو دیکھ کے میخانے میں بولے میکش
نیک ہیں آپ تو بد نام کسے کہتے ہیں

میں ناداں تھا میری نادانیاں تھیں
عجب مجھ پہ کچھ ان کی مہربانیاں تھیں
خدا کی قسم کیا کیا شیطانیاں تھیں
مقدر میں مٹ کر بھی عریانیاں تھیں
جنازے خریدے کفن بیچ ڈالے

گھیرے رہتے ہیں مجھے بس یہ سوالاتِ ش ں
کیسے دن جائے گا اور کیسے کٹے رار ملیل
تم کو بتلاتا ہوں میں راز کی اک ت شکیل
"غمِ جاناں ، غمِ ہستی ، غم لات شکیل
کیا کہوں کتنی بلائیں ہیں مری جان کے ساتھ"

لڑ ا تھا گلی میں اور کبھی گرتا تھا نالے میں
ہنستا اندھیرے میں کبھی روتا اجالے میں
نے بیٹھ کر یہ کہہ رہی ہے اب مری بیوی
ششے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عتنا بھی ہو سکے مجھے اے کھٹملو ستاؤ
آنکھوں سے کوئی اشک بہایا نہ جائے گا
کرتے ہو میرے جسم پہ تم وار بار بار
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قیس نے مجھ سے خواب میں یہ کہا
مت کسی کو بُرا بھلا کہیے
جان دینا ہے عشق کی معراج
مرنے والوں کو مرحبا کہیے

کرینہ کی قاتل اداؤں پہ قرباں
نہیں سیف و سلمان خاں اور بھی ہیں
مرے ساتھ آؤ چلو میں دکھاؤں
ستاروں ت سے آگے ں اور بھی ہیں

اے شیخ کنگھا کرنا نہیں زیب دیتا یوں
داڑھی میں تو کبھی کوئی تنکا بھی چھوڑ دے
ہر وقت اپنی بیوی کو رکھ ساتھ تو ، مگر
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

جو باعث تسکین ہے وہ بات لئے جا
جو عشق نے دی مجھ کو وہ سوغات لئے جا
کام آئے گی تیرے سر دنیائے حماقت
برباد محبت کی دعا ساتھ لئے جا

کبھی گُڑ کبھی گلگلا چاہتے ہو
سموسا بھی آلو بھرا چاہتے ہو
جوانی کے عالم میں ٹافی کی خواہش
بڑے نا سمجھ ہو یہ کیا چاہتے ہو

کوئی اے کاش یہ پوچھے تو مجھ سے
درِ دل پر لکھا ہے نام کس کا
اسے بڑھنے سے کیا روکے گا کوئی
محبت نام ہے اک کیکٹس کا

آثم پیرزادہ میری نظر میں

آثم پیرزادہ نئی نسل کے نمائندہ طنز و مزاح نگار ہیں ۔ جعفر زٹلی ، دلاور فگار اور ساغر خیامی جیسی عظیم شخصیات کی شعری میراث کے سچے امین ہیں، انکی فکری کاوشات طنزیہ و مزاحیہ ادب میں گراں قدر اضافے کا باعث ہیں وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام پر نظر آتے ہیں ، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کا پورا حق ادا کرتے ہیں یہ انکے شاندار مستقبل کی طرف اشارہ ہے ۔ مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ ''انداز بیاں اور'' مزاحیہ ادب میں ایک دستاویزی حیثیت اختیار کریگا۔

نصیر ناداں کانپور

Printed by - Trade India Kanpur U.P